جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کا دینی و اصلاحی ترجمان

ماہنامہ

ندائے شاہی

مرادآباد

بانی: حضرت مولانا سید رشید الدین حمیدیؒ سابق مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد

مرتب: محمد سلمان منصورپوری

- راہ حق پر استقامت
  نظر و فکر
- عشق نبوی ﷺ کی حقیقت
  درس حدیث
- مواعظ سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
  مواعظ صحابہ
- طلبہ اور علماء کیلئے فکر انگیز اور کارآمد باتیں
  گاہے گاہے باز خواں
- ایک منفرد علمی اور دعائیہ مجلس
- دعائیں قبول کیسے ہوں؟
- بیع کی شرائط کا بیان
  کتاب المسائل

گوشۂ امیر الہندؒ

حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصورپوری نوراللہ مرقدہ

- تعزیتی پیغامات
- زندگی کے روشن نقوش
- منظوم خراج عقیدت

جون ۲۰۲۱ء

قیمت: ۵۰ روپئے

سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے

ماہر القادری

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی ❖ سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

سلام اس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے ❖ سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے

سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں ❖ سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

سلام اس پر کہ دشمن کو حیات جاوداں دے دی ❖ سلام اس پر ابوسفیان کو جس نے اماں دے دی

سلام اس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں ❖ سلام اس پر ہوا مجروح جو بازار طائف میں

سلام اس پر وطن کے لوگ جس کو تنگ کرتے تھے ❖ سلام اس پر کہ گھر والے بھی جس سے جنگ کرتے تھے

سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا ❖ سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا

سلام اس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا ❖ سلام اس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا

سلام اس پر جو امت کے لیے راتوں کو روتا تھا ❖ سلام اس پر جو فرش خاک پر جاڑوں میں سوتا تھا

سلام اس پر کہ جس کی سادگی درس بصیرت تھی ❖ سلام اس پر کہ جس کی ذات فخر آدمیت تھی

سلام اس پر کہ جس نے جھولیاں بھر دیں فقیروں کی ❖ سلام اس پر کہ مشکیں کھول دیں جس نے اسیروں کی

سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں ❖ سلام اس پر بروں کو جس نے فرمایا یہ میرے ہیں

سلام اُس ذات پر، جس کے پریشاں حال دیوانے ❖ سنا سکتے ہیں اَب بھی خالد وحیدر کے اَفسانے

سلام اس پر کہ جس کی چاندتاروں نے گواہی دی ❖ سلام اس پر کہ جس کی سنگ پاروں نے گواہی دی

درود اُس پر کہ جس کی بزم میں قسمت نہیں سوتی ❖ درود اُس پر کہ جس کے ذکر سے سیری نہیں ہوتی

درود اُس پر کہ جس کے تذکرے ہیں پاک بازوں میں ❖ درود اُس پر کہ جس کا نام لیتے ہیں نمازوں میں

درود اُس پر جسے شمع شبستانِ اَزل کہیئے

درود اُس ذات پر، فخر بنی آدم جسے کہیئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کا دینی واصلاحی رسالہ

جلد : 33
شمارہ: 6
ذی قعدہ ۱۴۴۲ھ
جون ۲۰۲۱ء

بانی: حضرت مولانا رشید الدین حمیدی رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد

سالانہ زرِتعاون بذریعہ رجسٹری ڈاک: 700

سالانہ زرتعاون : 500 روپئے ❖ سالانہ زرتعاون برائے واٹس ایپ (PDF فائل): 100 روپئے

سعودی عرب، امریکہ، انگلینڈ، جنوبی افریقہ، پاکستان، نیپال، بنگلہ دیش ودیگر ممالک کیلئے 20 امریکی ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

ماہ نامہ ندائے شاہی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

Monthly **NIDA - E - SHAHI**

Jamia Qasmia Madrasa Shahi Moradabad (u.p.) 244001.India

فون نمبرات: ندائے شاہی: 09410865194 فیکس: (0591)2472113 مرتب 9412635154

Website: www.jamiaqasmia-darululoom-shahi.com

www. nidaeshahi.co.cc E-Mail:nidaeshahi@gmail.com

طباعت:- گڈ پرنٹرس امروہہ گیٹ مرادآباد **طابع وناشر:**- (مولانا) عبدالناصر (نائب مہتمم جامعہ)

محررین:- زین العابدین قاسمی سیتاپوری، محمد شاہجہاں قاسمی پورنوی، محمد رضوان قاسمی بجنوری **نظماء توسیع واشاعت:**- محمد شہزاد قاسمی بھاگل پوری، محمد اجمل قاسمی بھاگل پوری، محمد وقاد قاسمی بھاگل پوری، محمد طفیل فیض آبادی **کمپیوٹر کتابت:**- محمد اسجد قاسمی مظفرنگری

Proprietor **Ashhad Rashidi** Printed at **Good** Printers, Amroha Gate, Moradabad (UP) Published by the Printer & Publisher **Abdul Nasir** and distrebuted at Darut Talbd Lal Bagh, Moradabad, Editor. **Mohammad Salman** Mansoorpuri

اِس شمارے میں

نورِ ہدایت:

اللہ تعالیٰ کو معاہدہ کی پاس داری پسند ہے

اِرشادِ ربانی: بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ. (اٰل عمران: ۷۶)

ترجمہ: ’’کیوں نہیں! جو شخص اپنا عہد بجالائے اور پرہیز گاری اختیار کرے، تو یقیناً اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں سے محبت فرماتے ہیں‘‘۔

گذشتہ آیت میں گفتگو کے ضمن میں یہ بات آئی تھی کہ بعض اہل کتاب خیانت کے عادی ہیں، اور طرہ یہ ہے کہ وہ اپنی اس بددیانتی پر شرمندہ بھی نہیں؛ بلکہ بے جا تاویل کر کے گویا اُسے درست سمجھتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے ہیں۔ تو اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا قانون اَمانت داروں اور خیانت کرنے والوں کے لئے یکساں نہیں ہے؛ بلکہ قانون یہ ہے کہ جو شخص معاہدہ کی پاس داری کرنے والا اور پرہیز گاری کی زندگی گذارنے والا ہو، وہ اللہ ربُ العالمین کا محبوب بن جاتا ہے، اور اُسے عزت وتکریم سے نوازا جاتا ہے۔ (اور جو بدعہد اور بے ایمان ہو وہ راندۂ درگاہ ہوجاتا ہے)

اَب یہ سمجھنا چاہئے کہ اِس آیت میں جو ’’عہد‘‘ کا لفظ آیا ہے، اُس کا مطلب کیا ہے؟ تو حضرات مفسرین لکھتے ہیں کہ اِس سے وہ وعدہ مراد ہے جو فریقین کی رضامندی سے آپس میں طے کیا گیا ہو، جس پر فریقین کو کاربند رہنا ضروری ہوتا ہے۔ اور یہ ’’عہد‘‘ دو طرح کا ہوسکتا ہے:

الف:- اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان: اِس عہد میں پوری شریعت مقدسہ شامل ہے؛ اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم اَرواح میں تمام بنو آدم سے اپنی ربوبیت کا عہد لیا تھا، اور سب نے اس عہد کا اقرار کیا تھا، جس کو ’’عہد الست‘‘ کہا جاتا ہے۔ اَب جو شخص بھی دنیا میں آنے والا ہے وہ اس عہد کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرنے کا پابند ہے، اس کی خلاف ورزی قطعاً روا نہیں ہے؛ لہٰذا جو شخص ایمان وعمل سے بہرہ ور ہوگا، وہ ایفائے عہد کرنے والا ہوگا، اور جو اُس میں کوتاہی کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں بدعہد اور خائن کہلائے گا۔

ب:- بندوں کا آپس میں معاہدہ کرنا: اِس طرح کا معاہدہ بھی شرعاً درست ہے، بشرطیکہ وہ شریعت کے کسی حکم کے خلاف نہ ہو۔ اِس کے تحت یہ بات بھی آتی ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کے پاس اپنی امانت رکھوائے تو گویا کہ دونوں کے درمیان یہ معاہدہ ہورہا ہے کہ امانت رکھنے والا شخص اُس کی حفاظت کرے گا، اور مطالبہ پر بعینہٖ واپس کرے گا، اَب اگر وہ اس میں کوتاہی کرتا ہے تو یقیناً بدعہدی کرنے والا ہوگا۔

بہرحال اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ وہ ایفائے عہد کرنے والے متقی اور پرہیز گار لوگوں سے محبت فرماتے ہیں، اور اُنہیں اپنے قرب اور رحمت سے سرفراز کرتے ہیں، پس جس کو یہ سعادت چاہئے اُسے اِن باتوں کا اہتمام کرنا لازم ہے۔

❑❑❑

نظر وفکر:

محمد سلمان منصور پوری
Mansoorpuri
@gmail.com

راہِ حق پر استقامت

چند واقعات

○ روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ خاتونِ جنت سیدتنا حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر کھانا بنایا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی، پیغمبر علیہ السلام تشریف لائے؛ لیکن ایک منقش پردہ (غالباً اُس میں تصاویر تھیں) دیکھ کر دروازے ہی سے واپس ہوگئے، حضرت سیدہؓ یہ دیکھ کر بہت پریشان ہوئیں، فوراً سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھیجا کہ معلوم کریں کہ حضور اکرم علیہ السلام کیوں واپس تشریف لے گئے؟ جب سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جا کر عرض کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

إِنَّهُ لَيْسَ لِي أَوْ لِنَبِيٍّ أَنْ يَدْخُلَ بَيْتًا مُزَوَّقًا. (سنن أبي داؤد، كتاب الأطعمة / باب الرجل يدعى فيرى مكروهًا ٥٢٧/٢ رقم: ٣٧٥٥)

یعنی میرے لئے یا کسی نبی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ سجے ہوئے کمرے میں داخل ہو۔

تو اِس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملا کہ منکر پر نکیر کرنے میں رشتہ ناطہ کا خیال نہیں کیا جائے گا کہ یہ تو ہمارے رشتے دار کا معاملہ ہے، تو اس سے چشم پوشی کی جائے، ورنہ رشتے دار ناراض ہوجائے گا؛ بلکہ حق بات کو بہر حال اُجاگر کیا جائے گا، ورنہ نبی اکرم علیہ السلام اپنی چہیتی صاحب زادی کے ساتھ یہ معاملہ ہرگز نہ فرماتے۔

○ سیدنا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ہاتھ (سردی وغیرہ کی وجہ سے) پھٹ گئے تھے، جب میں گھر گیا تو اہلیہ نے اُس پھٹن میں زعفران بھر دیا (حالاں کہ اِس طرح زعفران کا استعمال مردوں کے لئے ممنوع ہے) اُس کے بعد جب میں اِسی حالت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا، تو آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا، اور اِرشاد فرمایا کہ: ''جاؤ! پہلے اپنا ہاتھ دھوکر آؤ''۔ (ابوداؤد شریف، کتاب السنۃ/ باب ترک السلام علی اہل الاہواء حدیث: ۴۶۰۱)

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طرزِ عمل سے یہ معلوم ہوا کہ خلافِ شریعت عمل کرنے والوں سے زجر وتوبیخ کے طور پر سلام وکلام ترک کرنا چاہیے۔

○ اُم المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک سفر کے دوران حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اُونٹ بیمار ہوگیا، جب کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ایک زائد اُونٹ تھا، تو نبی اکرم علیہ السلام نے اِرشاد فرمایا کہ ’’یہ زائد اُونٹ صفیہ کو دے دو‘‘۔ یہ سن کر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے غصے سے کہا کہ ’’کیا میں اِس یہودن (حضرت صفیہؓ) کو اپنا اُونٹ دوں؟‘‘ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر اِس قدر غصے ہوئے کہ ڈھائی تین مہینے تک اُن سے بات چیت نہیں فرمائی۔ (ابوداؤد شریف، کتاب السنۃ/ باب ترک السلام علی اہل الاہواء حدیث: ۴۶۰۲)

اِس حدیث کی شرح میں صاحب بذل المجہود لکھتے ہیں کہ ’’جب زبانی گناہ پر ترکِ تعلق کیا گیا، تو بدعت کی بنیاد پر بدرجہ اولیٰ ترکِ تعلق کا حکم ہوگا‘‘۔ (بذل المجہود ۱۳/ ۱۲ مرکز الشیخ ابی الحسن الندویؒ)

○ ایک مرتبہ سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جنازے میں کسی شخص کو ہنستے ہوئے دیکھا، تو آپ نے ناراضگی سے اِرشاد فرمایا کہ ’’تم جنازے کے موقع پر بھی ہنس رہے ہو؟ اَب میں تم سے کبھی بھی بات چیت نہیں کروں گا‘‘۔ (حیاۃ الصحابۃ ۲/ ۳۴۵ اِشاعت دینیات دہلی)

○ اور ایک موقع پر سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عورتوں کے مسجد جانے سے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اِرشاد نقل فرمایا، جسے سن کر اُن کے ایک صاحب زادے (جن کا نام بلال ہے) نے برملا کہا کہ ’’ہم تو اپنی عورتوں کو ضرور منع کریں گے، ورنہ وہ اسے گھر سے نکلنے کا بہانا بنالیں گی‘‘۔ اُن کی اِس بات پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اِس قدر ناراض ہوئے کہ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو کبھی بھی اتنا برا بھلا کہتے ہوئے نہیں سنا، آپ یہ فرما رہے تھے کہ ’’میں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کررہا ہوں، اور تیری یہ مجال کہ تو اُس کے خلاف اپنی رائے پیش کررہا ہے‘‘۔ (مسلم شریف، کتاب الصلوٰۃ/ باب خروج النساء الی المساجد حدیث: ۴۴۲ بیت الافکار الدولیۃ)

○ سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک دوست شام میں رہتا تھا، جس سے آپ کی خط وکتابت جاری رہتی تھی، تو ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اُس کو خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا

ہے کہ تم تقدیر کے بارے میں (غلط) گفتگو کرتے ہو، اِس لئے خبردار! آئندہ مجھے کوئی خط مت لکھنا؛ کیوں کہ میں نے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ''عنقریب میری اُمت میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو تقدیر کو جھٹلائیں گے''۔ (ابوداؤد شریف ۲/۶۳۴)

تو دیکھئے! تقدیر کے بارے میں گمراہ کن نظریہ کا علم ہوکر اُس شخص سے پرانی دوستی ختم کردی اور صاف کہہ دیا کہ تمہاری کج فکری کی وجہ سے اَب تم سے ہمارا تعلق باقی نہیں رہ سکتا۔

○ ایک شخص نے سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ میں آپ سے لوجہ اللہ محبت کرتا ہوں، تو حضرت ابن عمرؓ نے اُس کو جواب دیا کہ ''میں تم سے اللہ واسطے بغض رکھتا ہوں'' تو اُس شخص نے حیرت سے پوچھا کہ اِس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ''تم گا کر اَذان دیتے ہو (جو ممنوع ہے) اور اس پر اُجرت بھی لیتے ہو''۔ (الکامل لابن عدی ۹/۱۵۲ الباحث الحدیثی)

اِن واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرات سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ دین کے معاملے میں کوئی رورعایت اور مداہنت نہیں برتتے تھے؛ بلکہ اُن کے تمام تعلقات دینی حدود کے دائرے ہی میں رہتے تھے، اُس سے باہر نکلنا اُنہیں گوارا نہ تھا۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

خاندانی عصبیت

خاندانی عصبیت یعنی حق یا ناحق سمجھے بغیر محض رشتہ داری کی بنا پر خاندان کا ساتھ دینا اِسلام میں ہرگز درست نہیں ہے۔ سیدنا حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس پر سخت تنبیہ کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلىٰ عَصَبِيَّةٍ وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلىٰ عَصَبِيَّةٍ وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلىٰ عَصَبِيَّةٍ. (سنن أبي داؤد، أول كتاب الأدب / باب في العصبية رقم: ٥١٢١ دار الفكر بيروت)

جو شخص عصبیت کی طرف بلائے وہ ہم میں سے نہیں ہے، اور جو شخص تعصب کی بنیاد پر لڑائی کرے وہ بھی ہم میں سے نہیں ہے، اور جس شخص کی عصبیت کی حالت میں موت آئے ہمارا اُس سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضرت جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم علیہ السلام نے اِرشاد فرمایا:

مَنْ قُتِلَ تَحْتَ رَايَةٍ عِمِّيَّةٍ يَدْعُوْ عَصَبِيَّةً أَوْ يَنْصُرُ عَصَبِيَّةً فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ.

(رواه مسلم، كتاب الإمارة / باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن رقم: ۱۸۵۰)

جو شخص کسی اندھے جھنڈے کے تحت عصبیت کی دعوت دیتے ہوئے یا اُس کی نصرت کرتے ہوئے مارا جائے، تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

نجات کا مدار

اچھی طرح جان لینا چاہئے کہ آخرت میں نجات کا مدار محض کسی خاندانی نسبت پر نہیں ہے؛ بلکہ خوش عقیدگی اور حسن عمل پر کامیابی موقوف ہے۔ اور کسی اُونچے خاندان سے وابستگی محض اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت ہے، جس میں بندے کے اِرادے یا محنت کا کوئی دخل نہیں ہے؛ لہٰذا اِس نعمت پر شکر گذاری تو لازم ہے؛ لیکن فخر وغرور کی اِجازت نہیں ہے۔ پس جو شخص خاندانی شرافت کی بنا پر دوسروں پر اپنی بڑائی ظاہر کرے، یا اُنہیں حقیر سمجھے، وہ جاہلیت کے طریقے پر چلنے والا ہے۔ سیدنا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

أَرْبَعٌ مِنْ أُمَّتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَتْرُكُوْنَهُنَّ: اَلْفَخْرُ فِي الْأَحْسَابِ، وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ، وَالْاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُوْمِ، وَالنِّيَاحَةُ. (رواه مسلم، كتاب الجنائز / التشديد في النياحة رقم: ۹۳۴)

میری اُمت میں جاہلیت کی چار باتیں باقی رہیں گی، جنہیں اُمت کے لوگ نہیں چھوڑیں گے: (۱) خاندانی شرافت کی بنیاد پر فخر وغرور (۲) نسب کی بنیاد پر طعنہ زنی (۳) ستاروں سے بارشوں کی اُمید (۴) موت پر نوحہ خوانی۔

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ وضاحت اِس لئے فرمائی؛ تاکہ اُمت کے سمجھ دار لوگ ایسی جاہلانہ باتوں سے خود بھی دور رہیں، اور دوسروں کو بھی اُس سے دور رکھنے کی کوشش کریں۔

خاص طور پر وہ خوش نصیب اَفراد جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے سرورِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاندانی نسبت عطا فرمائی ہے، اُنہیں ہر دم شکر گذاری کے ساتھ ساتھ ظاہر وباطن اور سیرت وصورت میں اتباعِ شریعت وسنت اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے طریقوں پر چلنے کا اہتمام لازم ہے۔ اگر وہ اِس کا اہتمام نہیں کریں گے، تو محض خاندانی نسبت سے اُنہیں آخرت میں اُونچا درجہ ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا۔

سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل حدیث میں اِرشاد فرمایا:

مَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ. (صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار رقم: ٢٩٩)

جس کا عمل اُسے پیچھے کردے، تو اُس کا نسب اُسے آگے نہیں لے جاسکتا۔

اِس لئے ہم سب کو چاہئے کہ سلف صالحین کے بتائے ہوئے راستے پر مضبوطی سے قائم رہیں، اور ہر قسم کی بدفکری اور کج روی سے اجتناب کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو خیر کی توفیق عطا فرمائیں، اور صراطِ مستقیم پر استقامت نصیب فرمائیں، اور اپنے نیک اور مقبول بندوں کے ساتھ ہمارا حشر فرمائیں، آمین۔

اَہم وفیات: محمد سلمان منصورپوری

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ محدث دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم دیوبند کے جلیل القدر اُستاذ، متبحر عالم دین، معروف صاحب قلم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی نور اللہ مرقدہٗ نے گذشتہ ۳۰؍رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۳؍مئی ۲۰۲۱ء بروز جمعرات سہ پہر اعظم گڈھ کے ایک اسپتال میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا موصوف بڑے جرأت مند، صاحب الرائے اور علمی گیرائی رکھنے والے شخص تھے، پوری زندگی یکسوئی کے ساتھ تعلیم وتدریس اور تصنیف وتالیف میں گذاری۔ دارالعلوم دیوبند میں حدیث کی اعلیٰ کتابیں آپ سے متعلق تھیں، اور آپ کا درس بہت مقبول تھا۔ درس میں آپ بہت مرتب گفتگو فرماتے اور موضوع سے متعلق معلومات کے ذخائر طلبہ کے سامنے پیش فرماتے تھے۔

آپ فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے معتمد ترین لوگوں میں سے تھے، موصوف ہی کے حکم پر آپ دیوبند تشریف لائے اور ''مؤتمر فضلاء وابناءِ قدیم دارالعلوم دیوبند'' کی طرف سے جاری کردہ رسالہ ''القاسم'' کی اِدارت کی ذمہ داری آپ کے سپرد کی گئی، اور بعد میں رسالہ ''دارالعلوم'' کی اِدارت بھی عرصۂ دراز تک آپ کے ذمہ رہی۔ آپ کا قلم نہایت شستہ اور رواں تھا، ٹھوس اور مدلل تحریریں آپ

کے قلم سے صادر ہوئیں، جن کا مجموعہ ۳؍جلدوں میں ''مقالاتِ حبیب'' کے نام سے شائع شدہ ہے، اور علماء اور طلبہ میں مقبول ہے۔ لاک ڈاؤن کے زمانہ میں آپ نے مسلسل محنت اور جد وجہد سے امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہؒ کے حالات وخدمات پر مبسوط کتاب مرتب فرمائی، جو جلد ہی شائع ہوگی، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

آپ جمعیۃ علماء ہند کی مرکزی مجلس عاملہ کے رکن رکین تھے، مخدومِ گرامی حضرت اقدس مولانا سید ارشد صاحب مدنی مدظلہم صدر جمعیۃ علماء ہند کی نظر میں آپ کی آراء اور مشورے بڑی وقعت کے حامل ہوتے تھے۔

آپ ذاتی زندگی میں بڑے خوددار، معمولات اور اَوراد ووظائف کے پابند اور تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز باجماعت کے عادی تھے، شب خیزی کا اہتمام بھی تاحیات فرماتے رہے، تقریباً تین مہینے پہلے دیوبند سے وطن (جگدیش پور اعظم گڈھ) تشریف لے گئے، وسط رمضان سے بخار نزلہ کی شکایت ہوئی، اواخر رمضان سے آکسیجن کی تکلیف بھی بڑھ گئی، بالآخر اسپتال میں داخل ہوئے۔ وفات سے پہلے صاحبزادوں کو مالی معاملات اور کتابوں کے بارے میں ضروری ہدایات دیں، پھر دعا میں مشغول ہوگئے؛ تا آں کہ اپنی حسنات اور صدقاتِ جاریہ کے ساتھ ارحم الراحمین کے دربار میں حاضر ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃً۔ اللہ تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں، اور متعلقین کو صبر جمیل سے نوازیں، اور امت کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائیں، آمین۔

حضرت مولانا نظام الدین اسیر ادروی صاحبؒ

ملک کے نامور مؤرخ اور اُردو کے صاحب طرز ادیب اور اِنشاء پرداز، اکابر کے صحبت یافتہ بزرگ عالم دین اور مدرسہ شاہی مرادآباد کے ممتاز فاضل حضرت مولانا نظام الدین ''اسیر'' اَدروی رحمۃ اللہ علیہ نے گذشتہ ۷؍شوال المکرّم ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۰؍مئی ۲۰۲۱ء بروز جمعرات تقریباً ۹۵؍سال کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا اسیر ادروی بڑے خوبیوں کے انسان تھے، لکھنا پڑھنا ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا؛ گویا کہ اُنہیں اگر ''حیوانِ کاتب'' کا لقب دیا جائے تو بجا ہے۔ اور کمال یہ تھا کہ بہت تیز لکھتے تھے، اور تحریر میں اَدب کی ایسی چاشنی ملاتے تھے کہ پڑھنے والا بس پڑھتا ہی چلا جاتا تھا۔ تاریخی واقعات کی منظر کشی اس بلا کی ہوتی تھی کہ ایسا لگتا تھا کہ خود قاری بھی اُن کے ساتھ ہی موجود ہے۔ اُنہوں نے اپنی آپ بیتی ''داستانِ ناتمام'' کے نام سے لکھی جو دو حصوں میں شائع شدہ ہے، جسے اُردو اَدب کے ایک معیاری نمونہ کی حیثیت حاصل ہے۔ اسیر صاحب حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں میں سے تھے، اور اُن کے بڑے مداح تھے۔ مدرسہ شاہی کے قیام کے زمانے میں اُنہوں نے حضرت سے

استفادہ کیا تھا۔اسیر صاحب نے درجنوں چھوٹی بڑی کتابیں لکھی، روزنامہ ''الجمعیۃ'' سے بھی وابستہ رہے۔ جمعیۃ علماء ہند کی تاریخ پر ایک ضخیم کتاب مرتب فرمائی۔ حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ اور امام ربانی حضرت گنگوہیؒ پر مبسوط کتابیں تحریر فرمائیں، جو شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند سے شائع ہوئیں۔ ''مآثر شیخ الاسلام'' کے نام سے حضرت مدنیؒ کی سوانح لکھی جو نہایت مقبول ہوئی۔اسی طرح ''تحریک آزادی میں مسلمانوں کا کردار'' کے نام سے کتاب لکھی، اُسے بھی بڑی قبولیت حاصل ہوئی۔ آپ جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب بنارس سے شائع ہونے والے علمی تحقیقی مجلّہ ''ترجمان الاسلام'' کے ایڈیٹر رہے، اس دور میں ''فتنہ انکار حدیث'' کی رد میں ایک ضخیم نمبر شائع کیا۔اسی طرح محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی ایک وقیع اور دستاویزی نمبر شائع کیا۔ الغرض آپ کی پوری زندگی لکھنے پڑھنے میں گذری، نظریاتی اعتبار سے آپ جمعیۃ علماء ہند اور اکابر دیوبند سے پوری طرح وابستہ رہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کے حسنات کو قبول فرمائیں، اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں، آمین یارب العالمین۔

حضرت مفتی عبدالرزاق خان صاحب بھوپالیؒ

صوبہ مدھیہ پردیش کی بزرگ ترین شخصیت، مجاہد آزادی، نائب صدر جمعیۃ علماء ہند امیر شریعت، مفتی اعظم بھوپال حضرت مولانا مفتی عبدالرزاق خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ گذشتہ ۲۶؍مئی ۲۰۲۱ء کو ۹۵؍سال کی عمر میں بھوپال میں وفات پاگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مفتی صاحب موصوف بڑے حوصلہ مند، جری اور بافیض عالم دین تھے، آپ کی ملی اور تعلیمی خدمات کا دائرہ بہت وسیع تھا، آپ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فاضل اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے شاگرد رشید تھے۔ ۱۹۵۷ء میں دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی، بعد ازاں ایک سال تکمیل افتاء میں حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب شاہجہاں پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔ آپ نے بھوپال واپس آکر ترجمہ والی مسجد میں ''مدرسہ اسلامیہ عربیہ'' کی بنیاد رکھی، جس کا شمار مدھیہ پردیش کے مرکزی اِداروں میں ہوتا ہے۔ آپ بھوپال شہر کے قاضی اور مفتی بھی رہے۔ نیز تادم آخر جمعیۃ علماء مدھیہ پردیش کے صدر اور امارتِ شرعیہ کے امیر رہے۔ آپ رابطۂ مدارسِ عربیہ دارالعلوم دیوبند کی صوبائی شاخ کے صدر بھی تھے، آپ نے صوبہ کے مختلف علاقوں میں مکاتب ومدارس قائم فرمائے اور اُن کی سرپرستی فرماتے رہے، آپ نے تعلیمی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ ملی اور سیاسی رہنمائی کا فریضہ بھی انجام دیا، اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے درجات بلند فرمائیں، اور اپنی رحمت ومغفرت سے سرفراز فرمائیں، آمین۔

درسِ حدیث:

عشق نبوی ﷺ کی حقیقت

حضرت مولانا اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُتَّقُوْنَ أَيْنَ كَانُوْا وَمَنْ كَانُوْا.

(مسند أحمد ٢٣٥/٥)

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز میرے سب سے زیادہ قریب متقی اور پرہیزگار لوگ ہونگے خواہ وہ کہیں کے بھی رہنے والے ہوں اور کوئی بھی ہوں (خواہ کسی بھی رنگ ونسل اور علاقہ سے انکا تعلق ہو)

حدیث شریف کے راوی حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ ایک نوجوان صحابی تھے۔ نبی کریم ﷺ سے بے انتہا عشق ومحبت کا تعلق رکھتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد سے ہمیشہ اپنے آقا اور محبوب ﷺ ہی کے ساتھ زندگی کے لمحات گذارنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ سفر ہو یا حضر، مسجد نبوی ہو یا مدینہ کی گلیاں، ہر جگہ ہر موقع پر آقائے مدنی ﷺ کی معیت ہی حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کے لئے سرمایہ حیات تھی۔ محبوب رب العالمین کا آنکھوں سے اوجھل ہوجانا، یا معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کا مدینہ کو چھوڑ کر آقا ﷺ کے قدموں سے دور ہوجانا ایک ناقابل برداشت تصور تھا۔ صبح ہو یا شام دن ہو یا رات اگر آقا ﷺ کی مجلس لگی ہے تو معاذ رضی اللہ عنہ ضرور حاضر ہوں گے۔ دنیاوی ضروریات گھر کے کام کاج، اٰل واولاد کی محبت، کوئی چیز بھی تو معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کو آقائے نامدار سرور کائنات نبی آخر الزماں ﷺ کی معیت، سچی محبت اور حقیقی عشق سے نہ روک سکی۔ حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ نے معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کے اس عاشقانہ انداز کو محسوس کرتے ہوئے ایک دفع بڑے محبت بھرے لہجے میں ارشاد فرمایا:

إِنِّي لَأُحِبُّكَ يَا مُعَاذُ !. (مسند أحمد ٢٤٥/٥) اے معاذ! ”ہم کو تم سے بہت پیار ہے“۔

قابل مبارک باد ہیں وہ لوگ کہ جن کی محبت کو اللہ کے نبی قبول کرتے ہوئے اپنی جانب سے بھی ان کے تئیں محبت کا اعلان فرمائیں۔ جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کا اظہار فرمادیا وہ اللہ کا بھی محبوب بن گیا، اور جس کو عند اللہ مقام محبوبیت حاصل ہوگیا اس کو دونوں جہان کی کامیابیاں مل گئیں۔

اس حدیث شریف کا پس منظر ذکر کرتے ہوئے حضرت معاذ ابن جبل ﷜ فرماتے ہیں: ایک روز میں حسب معمول نبی کریم ﷺ کی مجلس میں موجود تھا۔ آقا ﷺ کی قربت سے اپنے دل ودماغ کو سکون بخش رہا تھا۔ کہ اچانک آپ ﷺ نے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ اے معاذ! ہم نے تم کو گورنر بنا کر یمن بھیجنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ حضرت معاذ﷜ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میرے دل پر آرے چل گئے، کلیجہ منھ کو آ گیا، دل ودماغ سن ہوگیا، اور غم واندوہ کی ناقابل بیان کیفیت مجھ پر طاری ہوگئی۔ اور میں یہ سوچنے لگا کہ اب تو آقائے مدنی ﷺ کے قدموں میں رہ کر کے زندگی گذارنے کا خواب پورا نہ ہو پائے گا۔ اب یقیناً آپ کی جدائی برداشت کر کے یمن جانا ہی پڑے گا۔ دل ودماغ کے تیار نہ ہونے کے باوجود نبی کریم ﷺ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے سفر کی تیاری شروع کردی۔ اور اپنی مدینہ منورہ میں رہنے کی شدید خواہش کو پس پشت ڈال کر آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اتباع کر کے رہتی دنیا تک آنے والے ہر کلمہ گو کو اتباع نبوی کا بے مثال درس دیا ہے۔

نبی کریم ﷺ سے سچی محبت اور حقیقی عشق کا تقاضا یہی ہے کہ جب آپ کا کوئی ارشاد اور حکم سامنے آجائے تو انسان اپنی چاہت اور خواہش کو چھوڑ کر اس پر عمل پیرا ہوجائے۔ قرآن کریم بھی اسی کی تعلیم دیتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ . (الأحزاب: ٣٦)	اور کام نہیں کسی ایمان دار مرد کا، اور نہ ایمان دار عورت کا، جب کہ مقرر کردے اللہ اور اس کا رسول کوئی کام، کہ ان کو رہے اختیار اپنے کام کا۔

نبی کریم ﷺ سے سچا عشق اسی بات کا متقاضی ہے کہ محبوب کے ہر ارشاد کے سامنے انسان اپنی ذات کو نچھاور کردے اور بلا لیت ولعل اس کو حرز جان بنالے۔ درحقیقت اتباع کامل کا جذبہ ہی محبت کی دلیل اور سچے عشق نبوی کی حقیقی علامت ہے۔ جیسا کہ فرمانِ نبوی ہے:

مَنْ أَحَبَّ سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِي فِي الْجَنَّةِ. (مشکوٰۃ شریف / ۳۰)	میرے طریقوں کو پسند کرنے والا ہی مجھ سے حقیقی محبت کرنے والا ہے، اور جو مجھ سے سچی محبت کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ رہے گا۔

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کو اس کی کوئی خوشی نہیں تھی کہ ان کو یمن کا والی مقرر کر دیا گیا ہے، ایک اہم علاقے کا حاکم بنا دیا گیا ہے، کیونکہ دنیا والے ان مناصب کو خواہ کتنی ہی اہمیت کیوں نہ دیتے ہوں لیکن آخرت پر نظر رکھنے والوں کے نزدیک اس کی حیثیت مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔ اسی لئے معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کو اگر فکر ہے تو مدینہ کے چھوٹنے کی فکر ہے، محبوب سے دوری کا غم ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کی اس کیفیت کو محسوس کر لیا اور جب وہ تیار ہو کر مسجد نبوی میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دیدار کے لئے آئے تو آپ کھڑے ہو گئے۔ اپنے سچے عاشق کو روانہ کرنے کے لئے مسجد سے باہر تشریف لائے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے معاذ ! گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور خود پیدل ان کے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ معاذ رضی اللہ عنہ پر جدائی کا غم پوری طرح حاوی تھا لیکن صبر وضبط کا دامن مضبوطی سے تھامے ہوئے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتوں کو حرز جاں بنانے میں لگے ہوئے تھے کہ دوران گفتگو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے چند ایسے جملے نکلے کہ جن کو سن کر معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کے صبر وضبط کے تمام بندھن ٹوٹ گئے اور بے ساختہ چیخ نکل گئی، آنکھوں سے آنسوں کا نہ تھمنے والا سیلاب جاری ہو گیا، اور بے تحاشہ رونے لگے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق سے نکلنے والے وہ جملے یہ تھے:

يَـامُعَاذُ ! لَعَلَّکَ أَنْ لَا تُـلَاقِينِي بَعْدَ عَـامِي هٰـذَا وَلَـعَلَّکَ أَنْ تَمُرَّ عَـلٰى قَبْـرِي أَوْ عَـلٰـى مَسْـجِدِيْ هٰـذَا.

اے معاذ ! شاید اس سال کے بعد پھر تمہاری ملاقات مجھ سے نہ ہو سکے اور شاید تمہارا گذر میری قبر اور مسجد پر ہی ہو پائے۔

(مسند أحمد ٢٣٥/٥)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جدائی کا غم ویسے ہی نڈھال کئے دے رہا تھا زبان رسالت سے نکلے ہوئے مندرجہ بالا کلمات نے جلتی پر تیل کا کام کیا آنکھوں سے اشک رواں نکل پڑا، اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرۂ انور کو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف سے دوسری جانب موڑتے ہوئے ان کو تسلی دینے کے انداز میں مذکورہ حدیث شریف ارشاد فرمائی ـــــ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشق نبوی کی حقیقت کو آشکارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”اے معاذ ! مجھ سے محبت اور عشق کا تقاضہ یہ ہے کہ تمہاری زندگی مکمل طور پر اللہ اور اس کے رسول کی اتباع میں گذرے۔ تقویٰ وطہارت سے مزین ہو۔ نواہی سے اجتناب اور اوامر کے امتثال

سے عبارت ہو۔ احکامات الٰہیہ اور ارشادات نبویہ کے سامنے ہر خواہش اور چاہت دم توڑ بیٹھے۔ اور زندگی کے تمام گوشے سنن نبویہ سے جگمگا اٹھیں‘‘۔

عشق حقیقی کی یہ خوبیاں اور سچی علامات جس شخص کے اندر بھی پیدا ہو جائیں گی وہ اعلیٰ درجہ کا متقی اور پرہیزگار بن جائے گا، اور جو متقیوں کی فہرست میں شامل ہو گیا وہ قیامت کے روز مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہوگا۔ خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ اور دنیا کے کسی بھی گوشے میں مجھ سے کتنی ہی دور کیوں نہ رہتا ہو۔ ـــــ اے معاذ! تم اس جدائی اور دوری پر غم زدہ مت ہو، یہ تو صرف جسمانی دوری ہے جو چند روزہ ہے، اس کے بعد تو تم تقویٰ اور پرہیزگاری کو اپنانے کی وجہ سے میری قربت سے لطف اندوز ہوتے ہی رہو گے۔

نبی کریم ﷺ کے ان گنت عظیم احسانات کے باوجود ہماری بے اعتنائی اس حد کو پہنچ گئی ہے اوّلاً تو کبھی اللہ کے محبوب سے محبت اور تعلق کا جذبہ ہی دل میں پیدا نہیں ہوتا اور اگر کسی وقت محبت کا جوش اور ولولہ اٹھے گا بھی تو صرف زبانی جمع خرچ تک محدود رہے گا ـــــ آج عشق نبی کے دعویدار تو خوب مل جائیں گے مگر اس کے تقاضوں کا احترام کرنے والے شاید و باید ہی دکھائی دیں گے۔ جب کہ نبی کریم ﷺ سے سچی محبت ہی کامل ایمان کی دلیل ہے۔

جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے:

لَایُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ حَتّٰی أَکُوْنَ اَحَبَّ إِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِیْنَ. (بخاري شريف/ كتاب الإيمان: ١٥)

تم میں سے کوئی شخص بھی حقیقی اور کامل مومن اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ میری ذات اس کے لئے باپ، اٰل واولاد، اور دنیا جہان کے تمام لوگوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ نہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ اس امت مرحومہ کو اپنے پیارے نبی سے سچی عقیدت اور حقیقی عشق نصیب فرمائے۔ نیز آپ کی سنتوں کو سینے سے لگا کر ان پر مرمٹنے والا بنائے۔

گاہے گاہے باز خواں: طلبہ اور علماء کے لئے ۲۸؍ویں قسط

فکر انگیز اور کارآمد باتیں

جمع وترتیب: فضيلة الشيخ المحدث الكبير محمد عوّامه الحلبي حفظه الله

انتخاب وترجمانی: محمد سلمان منصورپوری

طالب علم کو ''لَا أَدْرِيْ'' کہنا سکھایا جائے

اُستاذ کامل کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ طالب علم کی اس انداز پر تربیت کرے کہ اگر اس کے سامنے کوئی ایسا مسئلہ آجائے جو اُس کے علم میں نہ ہو، تو وہ (اٹکل سے اُس کا جواب نہ دے؛ بلکہ) صاف کہہ دے کہ ''لَا أَدْرِيْ وَاللّٰہُ أَعْلَمُ'' (یعنی مجھے علم نہیں اللہ ہی کو معلوم ہے) پھر اِس مسئلے کو معلق نہ چھوڑے؛ بلکہ یا تو اپنے اَساتذہ سے رجوع کر کے علم حاصل کرے، اور اگر خود کتابوں سے تلاش کرنے کی اہلیت رکھتا ہو تو مراجع سے تلاش کرے۔

اِمام اہل سنت حضرت اِمام احمد بن حنبلؒ نے حضرت امام مالک، امام شافعی اور امام محمد بن عجلان رحمہم اللہ تعالیٰ سے یہ مقولہ نقل کیا ہے کہ ''إِذَا أَخْطَأَ الْعَالِمُ ''لَا أَدْرِيْ'' أُصِيْبَتْ مَقَاتِلُهُ'' (یعنی اگر کوئی عالم لاعلمی کے اظہار میں آنا کانی کرے تو وہ تباہی کی کگار پر پہنچ جاتا ہے) (معالم اِرشادیہ ۳۳۳)

لاعلمی کے اظہار کے فائدے

شیخ محمد عوامہ مدظلہم اپنی کتاب ''ادب الاختلاف'' سے نقل فرماتے ہیں کہ جب کوئی طالب علم کسی مسئلے میں اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے ''لَا أَدْرِيْ'' کہتا ہے تو اُس سے کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں:

الف:- اپنی طرف سے تواضع کا اظہار ہوتا ہے۔

ب:- یہ نصیحت ملتی ہے کہ آدمی کو اپنی حد سے آگے نہیں بڑھنا چاہئے۔

ج:- اس کی وجہ سے مزید تحقیق کا شوق دل میں پیدا ہوتا ہے؛ کیوں کہ جس مسئلے کے بارے

میں وہ ایک مرتبہ آخرت میں عذاب کے ڈر سے ”لَا أَدْرِيْ“ کہہ دے گا تو یہ بات بہت بعید ہے کہ اگلی مرتبہ اس سے وہی سوال پوچھا جائے، تو پھر بھی وہ ”لَا أَدْرِيْ“ کہے؟ بلکہ وہ اس کی تحقیق وجستجو میں مشغول ہوگا؛ تاکہ سائل کو مطمئن کر سکے۔

(اِس تفصیل سے یہ معلوم ہوگیا کہ عالم کا ”لَا أَدْرِيْ“ کہنا دراصل اُس کے علم میں ترقی کا ذریعہ ہے کہ اُس کی بنا پر اُس کے دل میں تحقیق کا بھرپور داعیہ پیدا ہوتا ہے؛ لیکن اگر کوئی عالم اپنی سستی کی وجہ سے اور محنت سے جان چراتے ہوئے ہر سوال کے بارے میں ”لَا أَدْرِيْ“ (میں نہیں جانتا) کہنے کا معمول بنالے تو یہ طریقہ ہرگز پسندیدہ قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔ اِسی معنی کے اعتبار سے علامہ یاقوت الحمویؒ نے ”لَا أَدْرِيْ“ کہنے کو ”ردی علم“ قرار دیا ہے۔ (اُن کا مقصد یہ ہے کہ عالم دین کو بافیض ہونا چاہئے، یہ نہ ہو کہ کوئی بھی سائل اُس سے فیض یاب نہ ہوسکے؛ بلکہ اُسے اپنے علم میں جلا پیدا کرنی چاہئے، اور لوگوں کی صحیح رہنمائی میں دریغ نہیں کرنا چاہئے، اور کوشش کے باوجود بھی کسی بات کا علم نہ ہوسکے تو اب ”لَا أَدْرِيْ“ کہنا چاہئے) (معالم اِرشادیہ ۳۳۳-۳۳۴)

فقیہ الامت سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا طرز عمل

ایک ایسے مسئلے میں جس کی کوئی صریح دلیل سامنے نہ ہو، ایک محقق عالم کا کیا طریقہ ہونا چاہئے؟ اِس کے متعلق فقیہ الامت سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرز عمل سے ہمیں بڑی رہنمائی ملتی ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ ”ایک شخص نے ایک عورت سے شادی کی؛ لیکن اُس کا کوئی مہر مقرر نہیں کیا، پھر رخصتی سے پہلے ہی اُس شخص کی وفات ہوگئی، تو اُس عورت کے مہر اور وراثت کا کیا حکم ہوگا؟“ یہ مسئلہ سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اَولاً جواب دینے میں توقف کیا، اور لوگوں سے پوچھتے رہے کہ تمہارے پاس اِس کے بارے میں کوئی حدیث ہو تو پیش کرو، کبھی فرماتے کہ یہ مسئلہ کسی اور شخص سے پوچھ لو، تقریباً ایک مہینے تک آپ معذرت کرتے رہے۔ تو لوگوں نے اخیر میں عرض کیا کہ حضرت! آپ کا شمار پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلیل القدر صحابہؓ میں ہوتا ہے، آپ کے علاوہ ہمیں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جس سے رجوع کریں، تو مجبوراً آپ نے اپنے اجتہاد سے یہ کہہ کر فتویٰ دیا کہ اگر وہ درست ہے تو اللہ تعالیٰ وحدہ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو میرے اور

شیطان کی طرف سے ہے، اور اللہ اور اُس کے رسول اس سے بری ہیں۔ پھر یہ مسئلہ بتایا کہ ''اُس عورت کو بلاکم وکاست پوری مہر مثل ملے گی اور وہ عدت گذارے گی، اور اپنے مرحوم شوہر کی طرف سے حسب ضابطہ وارث بھی ہوگی''۔ جب آپ یہ مسئلہ بتا چکے تو قبیلہ اشجع کے کچھ حضرات کھڑے ہوئے اور اُنہوں نے اُسی مجلس میں گواہی دی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ہلال بن مرہ الاشجعی'' کی بیوہ ''بِروَعْ بنت واشق'' کے بارے میں بعینہٖ یہی فتویٰ دیا تھا جو آپ نے دیا ہے۔ تو راوی کہتا ہے کہ اِس گواہی کو سن کر سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بے حد خوش ہوئے کہ اُن کا فتویٰ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیصلے کے موافق ہوگیا، فالحمدللہ علیٰ ذلک۔ (معالم اِرشادیہ ۳۳۴-۳۳۵)

ضروری تیاری کے بغیر بحث ہرگز نہ کریں!

یہاں ایک اور اہم بات کی طرف توجہ دلانا مناسب ہے کہ اُستاذ کو چاہئے کہ وہ طالب علم کو متنبہ کرے کہ وہ کسی بھی مسئلے میں کسی سے اُس وقت تک بحث نہ کرے جب تک کہ اُس موضوع سے متعلق اُسے پوری معلومات حاصل نہ ہوں؛ خواہ اُس کا تعلق عقیدہ سے ہو یا عمل سے؛ حتیٰ کہ اجتماعی، اقتصادی یا سیاسی موضوع ہی کیوں نہ ہو، بغیر تحقیق کے گفتگو میں ہرگز حصہ نہ لیا جائے؛ بلکہ کوئی پوچھے تو صاف طور پر اپنی لاعلمی کے اظہار میں عار محسوس نہ کرے؛ کیوں کہ یہ مشاہدہ ہے کہ جو شخص تیاری کے بغیر ایسی بحثوں میں حصہ لیتا ہے وہ خود ہی (دوسرے سے مرعوب ہوکر) راہِ حق سے ہٹ کر گمراہ ہوجاتا ہے، اور دوسروں کو بچانے کے بجائے خود غرق ہوجاتا ہے، یہ سب تیاری کے بغیر بحث بازی کا نتیجہ ہے۔ (معالم اِرشادیہ ۳۳۵-۳۳۶)

نوٹ:- بلاشبہ یہ بہت ہی اہم نصیحت ہے، آج کل دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ پختہ علم کے بغیر فرقِ باطلہ کے لوگوں سے مباحثہ اور مناظرہ کرنے کا اِقدام کرتے ہیں، وہ بالآخر خود ہی شکوک وشبہات میں مبتلا ہوجاتے ہیں؛ کیوں کہ اُن کے پاس اپنی کم علمی کی بنا پر فریق مخالف کے شبہات کا اطمینان بخش جواب نہیں ہوتا، اس لئے عافیت کا راستہ یہی ہے کہ جن کے پاس پختہ علم نہ ہو وہ معاملہ پختہ کار علماء کے حوالے کردیں اور کج بحثی سے احتراز کریں۔ (مرتب)

غیر متعلق شخص کی معلومات کا اعتبار نہ کیا جائے

خلاصہ یہ کہ عالم اور طالب علم کو اِس بات سے شرم آنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح علم کے بغیر وہ کسی دینی مسئلے میں زبان کھولے اور بحث کرے۔ اِسی کے ساتھ اُسے اِس بات سے بھی شرمانا چاہئے کہ وہ اس مسئلے میں جہالت اور لاعلمی پر قائم رہے؛ بلکہ اُسے معتبر مشائخ واَساتذہ سے رجوع کرکے اپنی جہالت دور کرنی چاہئے۔ گویا کہ:

الف:- بحث کے مالہ وما علیہ کو جانے بغیر کسی سے مناظرہ نہ کرے۔

ب:- اور جس بحث سے اَب تک واقف نہ ہو اور اُس سے واقف ہونے کی ضرورت ہو تو اُس میں گیرائی پیدا کرنے کی فکر کرے، لاعلمی پر اکتفاء نہ کرے (تاکہ آئندہ ضرورت کے وقت معذرت نہ کرنی پڑے)

ج:- اور ایک اہم بات یہ ہے کہ مسئلے کی تحقیق اُسی شخص سے کرے جو اُس کا اہل ہو، ایسا نہ ہو کہ فقہی یا مالی مسئلہ عربی زبان کے اُستاذ سے پوچھنے لگے، یا دقیق نئے مسئلے کی تحقیق ایسے فقیہ سے کرنے لگے جو حالاتِ زمانہ سے واقفیت نہ رکھتا ہو (کیوں کہ نااہل سے تحقیق کرنے سے کوئی حقیقی فائدہ حاصل نہ ہوگا؛ بلکہ اور معاملہ اُلجھ جائے گا) (معالم اِرشادیہ ۳۳۶)

اپنے کو کبھی اَساتذہ سے مستغنی نہ سمجھیں!

اُستاذ کی ذمہ داریوں میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ طالب علم کو متنبہ کرے کہ وہ کبھی بھی اِس وہم میں نہ رہے کہ وہ بس چند سال پڑھ کر اس قابل ہوگیا ہے کہ وہ علمی مجالس میں سوالات کا جواب دے سکے، اور سوشل میڈیا پر آکر دینی بیانات کرنے لگے: حالاں کہ جس علم کو وہ مکمل سمجھ رہا ہے، حقیقت میں وہ بالکل ابتدائی مرحلے میں ہے، اور وہ ابھی اَساتذہ سے استفادہ کرنے سے ہرگز مستغنی نہیں ہوا ہے۔

اِس طرح کا وہم آج کل اکثر نوخیز طلبہ بلکہ فارغین مدارس وجامعات کو ہوجاتا ہے۔ (جس کی وجہ سے اُن کا علم سطحی رہتا ہے اور اُنہیں گیرائی نصیب نہیں ہوتی) (معالم اِرشادیہ ۳۳۷)

مواعظِ صحابہؓ: ۲۰/ویں قسط

مواعظ سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

جمع وتشریح: الدکتور عمر بن عبداللہ اُستاذ کلیۃ الشریعۃ جامعۃ القصیم سعودیہ عربیہ
تسہیل وترجمانی: مولانا مفتی محمد اجمل قاسمی اُستاذ ادب جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

زبان کو کنٹرول کرنا سب سے زیادہ ضروری

اس جلیل القدر صحابی کا ایک اہم ارشاد یہ بھی ہے، فرماتے ہیں:

وَالَّـذِيْ لَا إِلٰـهَ إِلا هُـو، مَا عَلَى ظَهْرِ الأَرْضِ شَـيْءٌ أَحَقُّ لِطُولِ سِجْنٍ مِنْ لِسَانٍ. (الزهد، لأحمد بن حنبل ص: ١٦٢)

اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اس روئے زمین پر لمبے قید کی مستحق جتنا زبان ہے کوئی اور چیز نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی نے قسم کھا کر یہ بات ارشاد فرمائی، اس سے پتہ چلتا ہے کہ زبان کی خطرناکی اور اس کی بے احتیاطیوں کے نقصانات آپ پر بہت اچھی طرح واضح ہو چکے تھے، احادیث مبارکہ میں زبان کی حفاظت کی تاکید بڑی کثرت سے آئی ہے، اور زبان کی بے احتیاطیوں کے نقصانات پر بار بار توجہ دلائی گئی ہے۔

آپ اگر دو لوگوں، دو گروپوں بلکہ بسا اوقات دو ملکوں کے بیچ پیدا ہونے والے مسائل اور جھگڑوں پر غور کریں گے، تو آپ کو اکثر ان کی تہ میں زبان کی بے احتیاطی نظر آئے گی، آدمی یوں ہی کسی کے بارے میں کوئی بات کہہ دیتا ہے، یا سوچے سمجھے بغیر کوئی بیان دے ڈالتا ہے، جس کی وجہ سے اچھے بھلے پرسکون ماحول میں آگ لگ جاتی ہے، اور ذرا سی بے احتیاطی کی وجہ سے بڑے بڑے جھگڑے اور اختلاف پیدا ہو جاتے ہیں۔ تاریخ عبرت کی ایسی داستانوں سے بھری پڑی ہے کہ ایک آدمی کی بدزبانی یا کسی ایک شخص کی اشتعال انگیز شاعری کی وجہ بسا اوقات دو خاندانوں یا دو قبیلوں میں جنگیں چھڑ گئیں، اور سیکڑوں معصوم جانیں اس کی بھینٹ چڑھ گئیں۔

زبان کی بے احتیاطیوں کے یہ تو دنیوی نقصانات ہیں، رہے اخروی نقصانات تو وہ دنیوی نقصانات سے بھی شدید تر ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے:

إنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ، مَا يَتَبَيَّنُ مَا فِيهَا، يَهْوِي بِهَا فِي النَّارِ أَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ. (صحيح البخاري رقم: ٦٤٧٧ وصحيح مسلم رقم: ٢٩٨٨)

بندہ کوئی بات پوری طرح سمجھے بغیر کہہ جاتا ہے (اور وہ بات اللہ کو اتنی ناپسند ہوتی ہے کہ) وہ اس بات کی وجہ سے مشرق ومغرب کے درمیان جو دوری ہے اس سے بھی زیادہ جہنم کی گہرائی میں گر جاتا ہے۔

بسا اوقات ایک بات کی وجہ سے لمبے عرصے تک تکلیف اور شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اگر خاموش رہتا تو بڑی عافیت سے رہتا، شاعر نے بڑی پیاری بات کہی ہے، کہتا ہے:

يَمُوتُ الْفَتَى مِنْ عَثْرَةٍ بِلِسَانِهِ ❖ وَلَيْسَ يَمُوتُ الْمَرْءُ مِنْ عَثْرَةِ الرِّجْلِ

فَعَثْرَتُهُ بِالْقَوْلِ تُودِي بِرَأْسِهِ ❖ وَعَثْرَتُهُ بِالرِّجْلِ تَبْرَأُ عَلَى مَهْلِ

ترجمہ:- آدمی پیر پھسلنے تو نہیں مرتا، لیکن زبان کی لغزش نوجوان کو مار ڈالتی ہے۔ پیر کی لغزش سے پہنچنے والی چوٹ تو دیر سویر ٹھیک ہی ہو جاتی ہے، مگر زبان کی لغزش آدمی کو مار ہی ڈالتی ہے۔

فضول بات سے پرہیز کرو

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے نصیحت کی درخواست کی، تو آپ نے اس کو تین نصیحتیں فرمائیں، جن میں ایک اہم نصیحت زبان کی حفاظت ہے، فرمایا:

لِيَسَعُكَ دَارُكَ، وَاكْفُفْ لِسَانَكَ، وَابْكِ عَلَى ذِكْرِ خَطِيئَتِكَ. (صفة الصفوة: ١٥٨/١)

(ایسے بنو! کہ) ''تمہارا گھر تمہارے لیے کافی ہو جائے، اور اپنی زبان قابو میں رکھو، اور گناہوں کے یاد آنے پر رویا کرو۔

[گھر کے کافی ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ گھر لمبا چوڑا ہو گو کہ یہ بھی بہت بڑی نعمت ہے، مگر یہ ہر کسی کے اختیار میں نہیں ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اپنا زیادہ وقت گھر میں کسی اچھی مصروفیت میں گذارو، فضول یہاں وہاں نہ ٹہلو، تاکہ فتنوں اور برائیوں سے محفوظ رہو، اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو گویا آپ کا گھر آپ کے لیے کافی ثابت ہو رہا ہے، اور اگر آپ فضول ادھر ادھر وقت گذاری کرتے ہیں تو گھر

خواہ کتنا لمبا چوڑا ہو وہ آپ کے لیے ناکافی ہے۔: مترجم]

ایک مرتبہ فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَفُضُولَ الْقَوْلِ، فَبِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ الْكَلَامِ مَا بَلَغَ مِنْ حَاجَتِهِ.

فضول ولایعنی باتوں سے پرہیز کیا کرو، جتنے سے ضرورت پوری ہوجائے بس اتنی بات کافی ہے۔

(أنساب الأشراف للبلاذري ۱۱/۲۲۸)

فضول ولایعنی باتوں سے بچنے کی تاکید ونصیحت بڑی اہم ہے، اس کے نتائج بہت اچھے ہیں، فضول ولایعنی باتوں میں مشغول ہونے کی عادت انسان کے دین ودنیا دونوں کے لیے خطرناک ہے، فضول باتیں کرتے رہنے سے دل سخت ہوجاتا ہے، پھر آدمی پر عبرت ونصیحت کی باتوں کا اثر نہیں ہوتا، ایسا شخص چغل خوری، غیبت اور بہتان تراشی جیسے گناہوں میں جلد مبتلا ہوجاتا ہے، جس سے گناہ بھی ہوتا ہے، اور لڑائی جھگڑے کی نوبت بھی آجاتی ہے، بہت سی مرتبہ آدمی کو کسی فضول بات کی وجہ سے شرمندگی بھی اٹھانی پڑتی ہے۔

یہی نصیحت اختصار وجامعیت کے ساتھ بڑے موثر انداز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں کی گئی ہے، فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيَقُلْ خَيْرًا، أَوْ لِيَصْمُتْ. (صحيح البخاري رقم: ۶۰۱۸، صحيح مسلم رقم: ۴۷)

جو شخص بھی اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ یا تو کوئی بھلی بات کہے، یہ پھر خاموش رہے۔

معروف واعظ ابن سَمَّاک رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی موثر اور عمدہ بات کہی، وعظ کہتے ہوئے ارشاد فرمایا:

’’تمہارا درندہ - یعنی زبان - تو تمہارے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے، یہ درندہ ہر گذرنے والے شخص کو نوچ کھاتا ہے، گھر والے اپنے گھروں کے اندر رہ کر بھی اس کی ایذا رسانیوں سے محفوظ نہیں ہیں، حد تو ہے کہ اس نے قبروں میں لیٹے ہوئے مردوں کو بھی نہیں بخشا، یہ بیچارے گل سڑ گئے، ہڈیاں بوسیدہ ہوکر خاک کے ذرات میں بکھر گئیں، مگر پھر بھی تمہیں ان کے حال پر ذرا رحم نہ آیا، تمہارے اس درندے نے ان کی قبریں اکھاڑ ڈالیں، تم سمجھتے ہو کہ جو لوگ قبروں سے کپڑوں کے چند ٹکڑے چوری کرتے ہیں وہ قبر اکھارنے والے ہیں، خبردار! گذرے ہوئے لوگوں کی برائیوں اور عیبوں کو اچھالنے والے بھی قبر اکھاڑنے والے ہیں۔

تین باتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے تمہیں اپنے کسی بھائی کے بارے میں بیہودہ گفتگو کا حوصلہ نہیں ہونا چاہیے: (۱) ہوسکتا ہے کہ تم نے اپنے بھائی کی جس برائی کو ذکر کیا ہے وہ خود تم میں بھی موجود ہو، پھر جب تم اپنے بھائی کی اُس برائی کے ذکر سے خاموش نہیں رہ سکتے جو خود تم میں موجود ہے تو پھر تم اپنے بارے میں اللہ سے کیا توقع رکھوگے؟ (۲) ہوسکتا ہے کہ تم نے اپنے بھائی کی جس برائی کا تذکرہ کیا ہے تم میں وہ برائی اس سے بھی زیادہ ہو، تو یقیناً اس صورت میں تمہارے حق میں اللہ کی ناراضگی کا خطرہ زیادہ ہوجائے گا (۳) اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تم نے اس کی ایسی برائی کا تذکرہ کیا ہو جس سے اللہ نے تمہیں بچایا لیا ہو۔ تو تمہیں بتاؤ کہ اللہ کے اس کرم کا تمہاری طرف سے یہی صلہ ہونا چاہیے؟! کیا تم نے سنا نہیں: ’’ارْحَمْ أَخَاكَ، وَاحْمَدِ اللّٰهَ الَّذِيْ عَافَاكَ‘‘ (اپنے بھائی پر رحم کرو، اور اللہ کا شکر بجالاؤ جس نے تمہیں عافیت سے نوازا)

خلاصہ یہ ہے کہ زبان کا معاملہ بڑا ہی نازک ہے، احادیث میں اس سلسلے میں بڑی تاکید آئی ہے، علماء نے اس موضوع پر مستقل رسالے لکھے ہیں، اور اپنی کتابوں اور تصانیف میں بھی خصوصی باب قائم کر کے تفصیلی کلام کیا ہے، بولنے اور خاموشی دونوں کے آداب بیان کئے ہیں، جو ہر فکرمند کے لیے قابل مطالعہ ہے۔

خشیت علم کی دلیل ہے

آپ نے اپنے ایک وعظ میں فرمایا:

كَفَى بِخَشْيَةِ اللّٰهِ عِلْمًا، وَكَفَى بِالْاغْتِرَارِ جَهْلًا. (الزهد، لأحمد بن حنبل ص: ١٥٨)

دل میں خوف وخشیت کا ہونا علم کے ثبوت کے لیے کافی ہے، اور (دنیا اور اس کی دل فریبیوں سے) دھوکا کھانا جہالت کے ثبوت کے کافی ہے۔

حضرت نے بڑی سچی بات ارشاد فرمائی، آپ نے علم وجہل کی حقیقت اور اس کی فنی واصطلاحی تعریف بیان کرنے کے بجائے علم کے ثمرے اور جہالت کے انجام ونتیجے کو بیان فرمایا ہے، سلف کا انداز یہی ہوتا تھا کہ وہ نہایت سادہ اور بے تکلف انداز میں بڑی آسانی سے بڑی گہری باتیں سمجھا دیتے تھے، فلسفیانہ بحث اور فنی موشگافیاں نہیں کرتے تھے کہ بات معمہ اور چیستاں بن جائے۔

آپ کا ارشاد ’’دل میں خوف وخشیت کا ہونا علم کے ثبوت کے لیے کافی ہے‘‘ یہ درحقیقت اللہ رب العزت کے ایک فرمان سے ماخوذ ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ﴾ (فاطر: ۲۸) (اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں) پس اگر دل میں اللہ کا ڈر اور خوف وخشیت ہے، تو علم کا ثمرہ اور اس کا مقصود آدمی کو حاصل ہے، خواہ انسان اصطلاحی عالم نہ ہو، اور اگر یہ خوف وخشیت دل سے جاتی رہے یا کم ہوجائے تو علم کی اصل برکت اور اس کا سب سے اہم ثمرہ وفائدہ بھی جاتا رہتا ہے، آپ ہی بتائیں اگر علم سے آدمی کے دل میں خوف خدا پیدا نہ ہو جو اسے برائیوں اور بے حیائیوں سے بچائے اور فرائض وواجبات کی ادائیگی پر آمادہ کرے تو پھر ایسے علم کا کیا فائدہ؟

حضرت نے آگے فرمایا: اور (دنیا اور اس کی دلفریبیوں سے) دھوکا کھانا جہالت کے ثبوت کے کافی ہے۔ آپ کو بہت سے لوگ ملیں گے، جنہیں علم تو ہے مگر خوف خدا اور خشیت الٰہی سے دل خالی ہے، جس کی وجہ بے جا تاویلیں اور تکلف وزبردستی کرکے بہت سے مسائل میں غیر ضروری توسع اور گنجائش پیدا کرتے ہیں، اور مختلف حیلوں سے شبہ والی چیزوں کو اپنے لیے درست قرار دے لیتے ہیں اور ہوتے ہوتے کھلے حرام کے مرتکب ہونے لگتے ہیں، جس کی وجہ سے دل میں خشیت کا رہا سہا نور بھی ختم ہوجاتا ہے، تقوی کا شجر پژمردہ ہوجاتا ہے، ان لوگوں کا فریبی نفس ان کو یہ کہہ کہہ کر تسلی دیتا رہتا ہے، کہ اللہ کی رحمت کا دامن بڑا وسیع ہے، وہ بڑا معاف کرنے والا اور مہربان ہے، اس کے الطاف اس کے غصے سے بڑھے ہوئے ہیں؛ چنانچہ نفس کے اس فریب میں آکر اللہ کی نافرمانیاں کرتا رہتا ہے، جس سے دل کی سختی بڑھتی جاتی ہے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ ایسا علم جو انسان کے اندر تقوی اور پرہیز گاری نہ پیدا کرسکے، فریب نفس اور شہوت کی پیروی سے بچا نہ سکے ایسے علم کی کیا قدر وقیمت ہوسکتی ہے؟؟ ایسا علم نتیجے کے اعتبار سے جہل ہی ہے:

علمے کی رہ بحق نہ نماید جہالت است

کسی کا مذاق اڑانے سے بچیے!

آپ نے ایک وعظ میں ارشاد فرمایا:

لَوْ سَخِرْتُ مِنْ كَلْبٍ، خَشِيتُ أَنْ أُحَوَّلَ كَلْبًا. (الزهد، لهناد بن السري ۲/۵۷۰)

میں اگر کتے کا بھی مذاق اڑاؤں تو مجھے ڈر ہوگا کہ کہیں بدل کر کتا نہ بنادیا جاؤں۔

معرفت الٰہی سے سینہ اگر منور ہو تو انسان بری عادتوں سے پاک ہو جاتا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد اس کی واضح مثال ہے، کسی کا مذاق بنانا، ہنسی اڑانا کمزوریوں پر طنز و تعریض کرنا اہل ایمان کا شیوہ نہیں ہے، یہ ایک بری عادت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ.

(الحجرات: ۱۱)

اے ایمان والو! نہ تو مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ (جن کا مذاق اڑا رہے ہیں) خود ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ (جن کا مذاق اڑا رہی ہیں) خود ان سے بہتر ہوں، اور تم ایک دوسرے کو طعنہ نہ دیا کرو، اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارو، ایمان لانے کے بعد (کسی کے ساتھ) گناہ کا نام کا لگنا بہت ہی بری بات ہے، اور جو لوگ ان باتوں سے باز نہ آئیں تو وہ ظالم لوگ ہیں۔

بندہ جب ایمان و معرفت کے نور سے بہرہ ور ہوتا ہے تو وہ انسان تو انسان، غیر مکلّف اور بے زبان جانور کا بھی مذاق بنانے سے پرہیز کرتا ہے؛ اِس لئے کہ سب کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہی ہے؛ لہٰذا اس کی کسی مخلوق کا مذاق درحقیقت خالق کی صناعی کا مذاق ہے، لہٰذ مذاق اڑانے والے کو سوچنا چاہیے کہ کسی چیز کا مذاق اڑانے میں بات کہاں سے کہاں تک پہنچ جاتی ہے، اور پھر آدمی یہ بھی سوچے کہ جس کا وہ مذاق اڑا رہا ہے اگر اللہ چاہتا تو اس کو بھی اسی مخلوق جیسا بنا دیتا، اور اب بھی وہ ایسا کرنے پر قادر ہے۔

سلف کسی چیز کا مذاق اڑانے اور کسی کی برائی کو اچھال کر ہنسنے سے بہت گھبراتے تھے، اس سلسلے میں ان کے بہت سے اقوال بھی ہیں؛ چنانچہ جلیل القدر تابعی محدث وفقیہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"بعض مرتبہ کسی چیز پر نگاہ پڑتی ہے اور وہ بری لگتی، مگر اس ڈر سے اس کے بارے میں زبان نہیں کھولتا کہ کہیں میں بھی اسی جیسی برائی میں مبتلا نہ ہو جاؤں"۔ (شعب الایمان، للبیہقی رقم: ۶۳۵۳)

حضرت ابومیسرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "اگر میں کسی کو بکری کے تھن سے دودھ پیتا دیکھوں اور اس کا مذاق اڑاؤں تو مجھے ڈر ہوگا کہ کہیں میں بھی ویسا ہی نہ ہو جاؤں"۔ (التاریخ الکبیر، تاریخ ابن خیثمۃ/ السفر الثالث ۱۷۳/۳)

مشہور محدث علامہ ابن سیرین فرماتے ہیں: ’’میں نے ایک شخص کو ’’فقیر‘‘ کہہ کر عار دلائی، اور چالیس سال کے بعد میں خود فقر میں مبتلا ہوا‘‘۔ (صید الخاطر ص:۳۹)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ’’لوگ کہتے تھے کہ اگر کسی نے اپنے بھائی کو ایسے گناہ کی عار دلائی جس سے وہ توبہ کر چکا ہے، تو جب تک اللہ اسے اس گناہ میں مبتلا نہیں کر دے گا اس وقت تک وہ مرے گا نہیں‘‘۔

اللہ کے یہ عظیم بندے تو جانوروں کا مذاق اڑانے سے بچتے تھے، اور ہم ہیں کہ انسانوں کا مذاق بنانے سے نہیں چوکتے، شاعر کہتا ہے:

شَرُّ الْوَرَى مَنْ بِعَيْبِ النَّاسِ مُشْتَغِلًا ❖ مِثْلُ الذُّبَابِ يُرَاعِي مَوْضِعَ الْعِلَلِ

’’مخلوق میں بدترین شخص وہ ہے جو لوگوں کی عیب جوئی میں پڑا رہے، ایسا شخص اس مکھی کی طرح ہے جو پھوڑے اور پھنسیوں کو جگہوں کو ڈھونڈتی رہتی ہے‘‘۔

جب عام آدمی کا مذاق بنانا حرام ہے، تو پھر علماء وصلحاء کا مذاق بنانا اور بھی برا ہوگا، اور اگر ان حضرات کے علم وتقوی اور صلاح کی وجہ سے ان کا مذاق اڑایا جارہا ہو تو بات نہایت خطرناک ہو جاتی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عبرت آموز بات ارشاد فرمائی ہے، کہتے ہیں:

’’میں نے شہر (مدینہ) میں بہت سے ایسے لوگوں پایا جن میں عیب نہیں تھے، مگر وہ لوگوں کی عیب جوئی کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کے اندر بھی عیب پیدا ہو گئے، اور ایسے لوگوں کو بھی پایا جن میں کمیاں اور کمزوریاں تھیں، مگر یہ لوگ دوسروں کے عیبوں کا تذکرہ کرنے کے بجائے خاموش رہتے تھے، جس کا نتیجہ ہوا کہ لوگ اُن کے عیبوں کو بھی بھول گئے‘‘۔ (الضوء اللامع/لاہل القرن التاسع ۱/۱۰۶)

شاعر کہتا ہے:

لَا تَهْتِكَنْ مِنْ مَسَاوِي النَّاسِ مَا سُتِرَا ❖ فَيَهْتِكَ اللّٰهُ سِتْرًا عَنْ مَسَاوِيكَا

وَاذْكُرْ مَحَاسِنَ مَا فِيهِمْ إِذَا ذُكِرُوا ❖ وَلَا تَعِبْ أَحَدًا مِنْهُمْ بِمَا فِيكَا

ترجمہ:- ’’لوگوں کی جو برائیاں چھپی ہوئی ہیں ان کو لوگوں کے سامنے مت کھولو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہاری برائیوں سے پردے اٹھا دے گا‘‘۔

’’لوگوں کا جب تذکرہ آئے تو ان کی خوبیوں کا ذکر کیا کرو، جو عیب خود تمہارے اندر ہے وہ کسی اور پر نہ لگاؤ‘‘۔

❍❖❍

آخری قسط

ایک منفرد علمی اور دعائیہ مجلس

افادات: بحر العلوم، اُستاذ الاساتذہ حضرت اقدس مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی دامت برکاتہم
ترجمانی: مولانا مفتی محمد عفان صاحب منصورپوری صدر المدرسین جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ

انسان کا کام نقص سے خالی نہیں ہوتا

اِس موقع پر حضرت الاستاذ نے معروف ادیب ومؤرخ ''عماد الدین اصفہانی'' کے درج ذیل مشہور مقولہ کو بہ طور استشہاد کے پیش کیا:

''إني رأيت أنه لا يكتب أحد كتابه في يومه إلا قال في غدة: لو غير هذا لكان أحسن ولو زيد كذا لكان يستحسن ولو قدم هذا لكان أفضل، ولو ترك هذا لكان أجمل، وهذا من أعظم العبر وهو دليل على استيلاء النقص على جملة البشر''.

(میں نے یہ دیکھا کہ کوئی شخص بھی جب کوئی تحریر آج لکھتا ہے پھر آنے والے کل میں اس پر نگاہ ڈالتا ہے تو یہ سوچتا ہے کہ اگر اس جملہ کی جگہ یہ جملہ ہوتا تو زیادہ بہتر ہوتا اور اگر اس جگہ یہ اِضافہ اور کر دیا جاتا تو اور اچھا ہوتا، اور اگر اس جملہ کو مقدم اور فلاں کو مؤخر کر دیا جاتا تو یہ اولیٰ ہوتا اور اگر اس تعبیر کو چھوڑ ہی دیا جاتا تو کلام کی خوب صورتی میں اضافہ ہو جاتا، انسان کا یہ مزاج اپنے اندر بڑی عبرت ونصیحت رکھنے والا ہے اور یہ دلیل ہے اس بات پر کہ انسان کا کوئی کام نقص سے خالی نہیں ہوتا)

اِس مقولہ کو پیش کر کے حضرت الاستاذ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کسی بھی زمانہ میں نئے انداز سے ترجمہ قرآن کی ضرورت کا انکار نہیں کیا جاسکتا، یہ ٹھیک ہے کہ حضرات اکابر نے جو ترجمے کئے ہیں وہ ہم سب کے لئے مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں؛ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مزید ترجمے کرنے کی ضرورت ہی نہیں، آپ جب اکابر کے ترجموں کا ہی بنظر غائر مطالعہ کریں گے تو مختلف مقامات پر ذہن جملوں کی ساخت وبناوٹ میں تبدیلی اور اجزاء کی تقدیم وتاخیر کا مطالبہ کرے گا اور اس کو موجودہ حالات کے اعتبار

سے زیادہ موزوں سمجھے گا؛ اس لئے اہل علم حضرات کو اسی نہج پر کام کرنا چاہئے، اس سے جہاں اپنے لئے قرآنی آیات کو سمجھنا آسان ہوگا وہیں عوام الناس تک آسان زبان اور ان کے لئے قابل قبول اسلوب میں قرآنی پیغام کو پہنچانا بھی ممکن ہوگا۔

یہ باوقار علمی محفل ہر لحاظ سے بحمدہ تعالیٰ مفید تر اور بامقصد ثابت ہوئی، پورے پروگرام میں علمی اعتبار سے آسودگی اور سیرابی حاصل کرنے کا خوب موقع میسر ہوا، حضرت الاستاذ نے اپنے ہر ہر عمل کو نصوصِ شرعیہ سے جس انداز میں مدلل ومبرہن کیا اُس سے طبیعت خوش ہوگئی، آیاتِ قرآنیہ سے ایسے مضامین ودروس کا استنباط واستخراج فرمایا جس کی طرف عام طور پر ذہن بھی نہیں جاتا۔

انعقادِ مجلس کی غرض وغایت ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اِس مبارک عمل کی تکمیل پر میں نے آپ لوگوں کو اصل میں دعا کرانے کے لئے مدعو کیا ہے، ظہرانے کا بھی نظم ہے مگر وہ مقصودِ اصلی نہیں ہے؛ اگرچہ ایسے مواقع پر اتمامِ نعمت کو پیش نظر رکھتے ہوئے زمانہ قدیم سے بزرگوں کے یہاں پرتکلف ضیافت کا رواج بھی چلا آرہا ہے؛ اس لئے ضمناً ہی سہی میں نے آپ حضرات کو کھانے پر مدعو کر کے کوئی نیا کام نہیں کیا ہے۔

شارح بخاری حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے جب اپنی مشہورِ زمانہ کتاب ''فتح الباری'' کی تکمیل کی تو اپنے زمانہ کے تمام مشہور علماء کو کھانے پر مدعو کیا وہ چوں کہ قاضی القضاۃ تھے اور پیسہ بھی اُن کے پاس خوب تھا، اس لئے لمبی چوڑی دعوت کی اور اُن کو اس کا حق بھی تھا؛ اس لئے کہ فتح الباری کی شکل میں وہ بے نظیر کتاب اُن کے ذریعہ منظر عام پر آئی تھی جو شروحاتِ بخاری میں اپنا الگ مقام رکھنے کے ساتھ ممتاز حیثیت کی حامل ہے؛ چنانچہ جب قاضی شوکانی سے کہا گیا کہ آپ نے ''نیل الاوطار'' نامی زبردست کتاب تحریر فرمائی ہے اَب صحیح بخاری پر بھی کچھ کام کرلیں اور اس کی بھی شرح لکھ دیں تو قاضی شوکانی نے اس موقع پر یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا تھا: ''لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ'' (یعنی فتح الباری کے منظر عام پر آنے کے بعد اَب صحیح بخاری پر کام کرنے کا کوئی میدان باقی ہی نہیں رہ گیا)

یہ داعیہ کیوں پیدا ہوا؟

ترجمہ کلام پاک کی تکمیل کے بعد اس اجتماع کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ وہ کیا عوامل ودواعی تھے

جن کی بنا پر اس علمی نشست کے انعقاد کا فیصلہ لیا گیا؟ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت الاستاذ نے فرمایا کہ جب میں نے سورۂ یوسف کی تلاوت کی، آیاتِ قرآنیہ کے معانی پر غور کیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ سے حاصل ہونے والے اسباق کو سمجھا جس میں نعمت کے تمام ہونے پر اُنہوں نے اللہ سے دعا کی ہے تو دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ ہمیں بھی تکمیل ترجمہ کی مناسبت سے اس موقع پر دعاء کرنا اور کرانا چاہئے۔

واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے والد بزرگوار کو اپنا مشہور خواب سنایا (میں نے گیارہ ستاروں اور سورج وچاند کو اپنے سامنے سجدہ ریز دیکھا ہے) تو اُنہوں نے سب سے پہلے یہی نصیحت فرمائی کہ بیٹا! اپنے بھائیوں کے سامنے یہ خواب مت بیان کرنا مبادا وہ تمہارے خلاف سازشیں اور تیز کرنے والے نہ بن جائیں، مجھے امید ہے کہ اللہ پاک تمہیں بہت عزت وبلندیاں عطا کریں گے اور تمہارا برا چاہنے والے خائب وخاسر ہوجائیں گے۔

اس کے بعد فرمایا: ارشاد ربانی ہے:

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَا اَتَمَّهَا عَلٰى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحَاقَ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ. (یوسف: ٦)

اور اسی طرح تمہارا رب تمھیں منتخب کرے گا، خوابوں کی تعبیر دینے کا فن تمہیں سکھلائے گا اور تم پر اور آل یعقوب پر اسی طرح نعمت کو تمام کرے گا جس طرح پہلے تمہارے آباء واجداد پر کیا ہے، تمہارا پروردگار بڑا جانکار اور دانا ہے۔

بالآخر مختلف مراحل سے گذرنے اور ابتلاء وآزمائش کے کٹھن دور کو پار کرنے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی میں وہ لمحات آئے جب انہوں نے خواب کو سچا ہوتے ہوئے اور اپنے والد بزرگوار کی امیدوں کو برآتے ہوئے دیکھا، برادرانِ یوسف آج اپنے عمل پر شرمندہ تھے اور چھوٹے بھائی کے سامنے شکست تسلیم کرچکے تھے، وہ یوسف جن کو صفحہ ہستی سے مٹانے اور بے نام ونشان کردینے کی کوشش میں اُنہوں نے رات دن ایک کردیا تھا وہ اللہ کے فضل وکرم سے تخت وتاج کے مالک بن کر ایک بڑی سلطنت کے فرماں روا بن چکے تھے۔

قرآن پاک میں اس واقعہ کی منظر کشی ان آیات میں کی گئی ہے

وَرَفَعَ اَبَوَيۡهِ عَلَى الۡعَرۡشِ وَخَرُّوۡا لَهٗ سُجَّدًا‌ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاۡوِيۡلُ رُءۡيَاىَ مِنۡ قَبۡلُ قَدۡ جَعَلَهَا رَبِّىۡ حَقًّا‌ وَقَدۡ اَحۡسَنَ بِىۡۤ اِذۡ اَخۡرَجَنِىۡ مِنَ السِّجۡنِ وَجَآءَ بِكُمۡ مِّنَ الۡبَدۡوِ مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ نَّزَغَ الشَّيۡطٰنُ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَ اِخۡوَتِىۡ‌ اِنَّ رَبِّىۡ لَطِيۡفٌ لِّمَا يَشَآءُ‌ اِنَّهٗ هُوَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ. رَبِّ قَدۡ اٰتَيۡتَنِىۡ مِنَ الۡمُلۡكِ وَعَلَّمۡتَنِىۡ مِنۡ تَاۡوِيۡلِ الۡاَحَادِيۡثِ‌ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اَنۡتَ وَلِىّٖ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ‌ تَوَفَّنِىۡ مُسۡلِمًا وَّاَلۡحِقۡنِىۡ بِالصّٰلِحِيۡنَ. (یوسف: ۱۰۰-۱۰۱)

اور انہوں نے اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا پھر سب یوسف علیہ السلام کے لئے سجدہ میں گر گئے تو یوسف علیہ السلام نے کہا: ابا جان یہ ہے اس خواب کی تعبیر جو میں نے دیکھا تھا، میرے رب نے خواب کو سچا کر دکھلایا اور مالک نے مجھے جیل سے نکال کر اور آپ لوگوں کو دیہات سے یہاں لاکر مجھ پر احسان کیا، جب کہ شیطان میرے اور بھائیوں کے درمیان جھگڑا کرا چکا تھا، بلاشبہ میرا رب جتنا چاہتا ہے لطف وکرم کا معاملہ کرتا ہے، وہ بہت جاننے والا اور بڑ دانا ہے،اے میرے پروردگار! تو نے ہی مجھے بادشاہت عطا کی ہے اور خواب کی تعبیر بتانے کا گر سکھلایا ہے، اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے تو ہی میرا ولی اور کارساز ہے، دنیا وآخرت میں، ایمان واسلام کی حالت میں مجھے اپنے پاس بلا اور نیک وصالح لوگوں میں مجھے شامل فرمالے۔

سبق آموز پہلو

اس واقعہ میں سبق آموز چیز یہ ہے کہ جب یوسف علیہ السلام پر نعمت کا اتمام ہوگیا، علم وحکمت، دانائی وفراست کے ساتھ ساتھ حکومت و بادشاہت بھی ان کو عطا کردی گئی تو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں دو دعائیں کیں: (۱) اسلام کی حالت میں وفات میسر ہو (۲) نیک لوگوں کے زمرے میں شمولیت نصیب ہو، اللہ کے برگزیدہ پیغمبر کے عمل سے یہ پتہ چلا کہ نعمت الٰہیہ سے مالا مال ہونے کے موقع پر دعاؤں کا اہتمام ہونا چاہئے اور یہ دعائیں اللہ نے چاہا تو قبولیت کا شرف بھی حاصل کریں گی۔اس تمہید کے بعد حضرت الاستاذ

نے فرمایا: باری تعالیٰ نے اپنے کلام پاک کے ترجمہ کی جو توفیق مجھے بخشی ہے میری نظر میں اس سے بڑی نعمت میرے لئے کوئی نہیں، پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ مجھے جیسا کام کرنا چاہئے تھا میں ویسا نہیں کرسکا؛ اِس لئے دعا کی بہت ضرورت ہے کہ اللہ پاک اس کو قبول فرمائیں اور اتمام نعمت کے موقع پر جو دعائیں حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمائیں تھیں باری تعالیٰ میرے حق میں بھی ان کو قبول فرمائیں۔

حق رفاقت ادا کرنا چاہئے

حضرت الاستاذ نے بڑی تواضعانہ شان کے ساتھ حاضرین سے فرمایا: میں تو اپنے لئے دعا کروں گا ہی؛ مگر اس وقت میں آپ لوگوں سے مدد مانگ رہا ہوں کہ آپ حضرات بھی میرے لئے دعا کریں، ہم سب ایک ہی پارٹی اور جماعت کے لوگ ہیں، اور اپنی پارٹی والے کی حمایت کی جاتی ہے، ہم ایک ہی منزل کے مسافر اور باہم رفقاء سفر ہیں، اور ایک رفیق کا دوسرے پر حق ہوتا ہے جس کو ادا کرنا چاہئے۔ حدیث پاک میں یہ مضمون موجود ہے کہ جب ایک مسلمان بھائی اپنے بھائی کے لئے دعا کرتا ہے تو ایک فرشتہ مقرر ہے جو "**لک مثلک**" کہتا ہے، یعنی جو تو اپنے بھائی کے لئے مانگ رہا ہے اللہ تجھے بھی وہ دولت نصیب فرمائے؛ اِس لئے دعا کرنے اور کرانے میں فائدہ ہی فائدہ ہے، بہرحال آپ سے یہی گذارش ہے کہ میرے لئے دعا کریں قرآن پاک میں یہ مضمون موجود ہے کہ جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے تو یہ اپنے ان مسلمان بھائیوں کے لئے جو جہنم میں ہوں گے اللہ تبارک وتعالیٰ سے ان کو جہنم سے نکالنے کا ایسا تقاضا کریں گے جیسا کہ اپنا کسی پر حق ہو اور وہ حق ثابت ہو چکا ہو۔

بس میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ آپ لوگ بھی رفاقت کا بھرپور حق ادا کریں اور دعاؤں میں فراموش نہ فرمائیں۔

مہمان کی غلامی

حضرت الاستاذ نے فرمایا کہ آپ سب میرے مہمان ہیں اور میری دعوت پر یہاں آئے ہیں اور مہمان کے تئیں میزبان کا وہی جذبہ ہونا چاہئے جس کا اظہار مشہور عربی شاعر "مقنع کندی" نے اپنے اس شعر میں کیا ہے:

وإني لعبد الضيف ما دام نازلا

وما شيمة لي غيرها تشبه العبد

(مہمان جب تک گھر میں رہتا ہے میں اس کی غلامی کرتا ہوں اور راحت رسانی میں مصروف رہتا، اس کے علاوہ غلامی سے مشابہت رکھنے والی کوئی خصلت میرے اندر نہیں)

اب آپ لوگ یہ اعتراض نہ کریں کہ یہاں تو میزبان ہی مہمانوں کو پابند بنا رہا ہے کہ آپ کو دعا بھی کرنی ہوگی اور حق رفاقت بھی ادا کرنا ہوگا، یہ کیسی مہمان داری وضیافت ہے کہ مہمانوں کو دعا وغیرہ کا پابند بنا کر اُس کی اُجرت لی جارہی ہے، تو اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ مہمان سے دعا کی درخواست کرنا اس کا اعزاز واکرام ہے، اس کو بار نہ سمجھنا چاہئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو آپ کو ایسے نوعمر لڑکے کی ضرورت محسوس ہوئی جو گھر کے اندر بھی آ جاسکے اور بوقت ضرورت باہر کا کچھ کام بھی کرلے؛ چناں چہ آپ کی طلب واظہار کے بغیر حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے جو آپ کی رضاعی بہن بھی تھیں؛ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ضرورت کو محسوس کرلیا اور پھر اپنے نوعمر صاحبزادے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو آپ کی خدمت کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھوڑ دیا، حضرت انس رضی اللہ عنہ برابر دس سال آپ کی خدمت میں رہے۔ اسی دوران ایک مرتبہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے مہمان بنے، کھانا تناول فرمایا، فراغت کے بعد حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ! میرے بیٹے کے لئے دعا فرمادیجئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاتردد حضرت انس رضی اللہ عنہ کو خوب دعائیں دیں، جس کی قبولیت کے آثار ہر اعتبار سے ساری زندگی حضرت انس رضی اللہ عنہ دیکھتے رہے۔

اِس واقعہ سے یہ ثابت ہوا کہ مہمان سے دعا کی درخواست کرنا اس کا اعزاز واکرام ہے؛ اِس لئے میں بھی اگر آپ سے دعا کی درخواست کررہا ہوں تو یہ دعوت کا بدل نہیں؛ بلکہ آپ کا اکرام ہے۔

میر کارواں کی اتباع

اخیر میں آپ نے فرمایا کہ ہم سب سلسلہ علم سے جڑے ہوئے ہیں اور بحمدہ تعالیٰ علماء کی جماعت

سے ہمارا ربط ہے، اور روزِ محشر بھی اِن شاء اللہ علماء کی اسی جماعت میں ہماری شمولیت ہوگی، جس کے میر کارواں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہوں گے، جھنڈا اُنہی کے ہاتھوں میں ہوگا، دنیا میں بھی ہر جماعت اپنے میر کارواں کے پیچھے پیچھے چلتی ہے، جماعت کی نماز میں آپ دیکھ لیجئے اقتداء کرنے والوں میں کوئی کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اتباع اس کو امام ہی کی کرنی ہوگی، اس وقت بھی ہم میر کارواں سے دعا کی درخواست کرتے ہیں، اور پھر آپ نے اپنا سلسلہ کلام ختم فرمایا، اور مائک حضرت اقدس مولانا سید ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم العالیہ صدر المدرسین دار العلوم دیوبند وصدر جمعیۃ علماء ہند کے حوالے کر دیا۔

مجلس علمی کا اختتام استاذ الاساتذہ جگر گوشۂ شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سید ارشد صاحب مدنی دامت برکاتہم العالیہ صدر المدرسین دار العلوم دیوبند وصدر جمعیۃ علماء ہند کی مختصر گفتگو اور دعا پر ہوا۔

آپ نے اَولاً قرآن وحدیث کے مقام ومرتبے کو واضح کرتے ہوئے حدیث کے وحی ہونے کو ثابت کیا، پھر حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی دامت برکاتہم کے اشتغال بالحدیث، ملکہ فہم قرآن اور فقہی ذوق کو سراہا اور فرمایا کہ: میں یہ سمجھتا ہوں کہ مولانا نے فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ”**إنما العبرة بالخواتيم**“ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ساری زندگی حدیث کی خدمت کرنے کے ساتھ اب اخیر میں ترجمہ قرآن کی سعادت بھی حاصل کرلی ہے؛ اِس لئے کہ یہ حقیقت ہے کہ خدمت قرآن سے بڑھ کر انسان کے لئے کوئی دوسری سعادت نہیں ہوسکتی، اور یہ بات بالکل بجا ہے کہ ترجمہ کلام پاک پر قدرت کے لئے جن علوم وفنون میں مہارت درکار ہے وہ حضرت مولانا کی ذات میں موجود ہے۔ امید واثق ہے کہ مولانا کی یہ کوشش بارآور ہوگی اور جس مقصد کے لئے مولانا نے یہ ترجمہ تحریر کیا ہے اس میں کامیابی ملے گی۔

اس کے بعد حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم نے دعا فرمائی اور مجلس بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوئی۔

دعا کے بعد جملہ حاضرین کے لئے پر تکلف اور ذائقہ دار کھانے کا انتظام تھا، جس کے نظم ونسق کا ذمے دار حضرت الاستاذ نے مولانا عبد السلام صاحب ناظم شعبہ کمپیوٹر دار العلوم دیوبند کو بنایا تھا، مولانا موصوف نے بڑے سلیقے اور حسن ترتیب کے ساتھ جملہ اُمور کو انجام دیا، جزاہم اللہ خیرا۔

دعائیں قبول کیسے ہوں؟

مولانا مفتی محمد عمران قاسمی خادم دارالافتاء والارشاد جامع مسجد وائٹ فیلڈ بنگلور کرناٹک

دعا دین کا انتہائی اہم عمل ہے، دعا جہاں عبادت ہے وہیں بندے کی ضرورت بھی ہے، دعا اپنے پروردگار کے سامنے عبدیت کے اظہار اور اس کا تقرب حاصل کرنے کا انتہائی مؤثر ذریعہ ہے، دعا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے خزانوں سے مستفیض ہونے کا ایک بہترین وسیلہ ہے۔

اللہ دعا کو قبول کرتا ہے

اِرشادربانی ہے:

وَإِذَا سَــأَلَكَ عِبَــادِىْ عَنِّــىْ فَـإِنِّــىْ قَـرِيْبٌ، أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ.

(البقرة، رقم الآية: ١٨٦)

اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دیجئے) کہ میں قریب ہوں؛ جب کوئی مجھ سے دعا کرتا ہے تو دعا کرنے والوں کی دعا کو میں قبول کرتا ہوں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَقَـالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِىْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ.

(المؤمن، رقم الآية: ٦٠)

اللہ فرمارہے ہیں: مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا کو شرف قبولیت سے نوازوں گا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ حَيِيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَحْيِى إِذَا رَفَعَ الـرَّجُـلُ إِلَيْـهِ يَدَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا خَائِبَتَيْنِ. (سنن الترمذي / باب في فضل التوبة والاستغفار الخ رقم:٣٥٥٦)

اللہ تعالیٰ غنی اور کریم ہے اس کو اس بات سے شرم آتی ہے کہ بندہ اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور وہ اپنے بندے کے ہاتھوں کو نامراد اور خالی واپس کردے۔

نہ مانگنے پر اللہ کی ناراضگی

دنیا والوں کا حال یہ ہے کہ دنیا کے لوگ مانگنے سے ناراض ہوتے ہیں؛ جب کہ رب کائنات کا حال یہ ہے کہ وہ مانگنے سے خوش ہوتا ہے اور نہ مانگنے والوں سے ناراض ہوتا ہے:

مَنْ لَّمْ يَسْأَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ. (كنز العمال: ۲۹/۲ بيروت)

جو شخص اللہ سے اپنی ضروریات کا سوال نہیں کرتا اللہ اس سے خفگی کا اظہار کرتے ہیں۔

قرآنِ پاک میں ایک جگہ اللہ رب العزت والجلال نے دعا نہ کرنے والوں کے بارے میں بڑا سخت جملہ اِرشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ. (المؤمن، رقم الآية: ٦٠، تفسير نسفي ٢١٨/٣ بيروت، تفسير قرطبي ٣٢٦/١٥ قاهرة)

جو لوگ میری عبادت (دعا) سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں ذلیل ہوکر داخل ہوں گے۔

لہٰذا اللہ رب العزت سے ہمیں دعا کرنی چاہئے اور اس کے سامنے اپنی تمام تر حاجات وضروریات رکھنی چاہئے، الحمد للہ بہت سے احباب ایسے ہیں جو ہر چیز اللہ سے مانگتے ہیں حتی کہ چھوٹی سی چھوٹی چیز کا بھی وہ اللہ ہی سے سوال کرتے ہیں؛ لیکن کچھ لوگوں کی زبان پر یہ شکوہ ہوتا ہے کہ ہم اللہ سے مانگتے ہیں اللہ ہم کو نوازتے نہیں! ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں ہماری دعا قبول نہیں ہوتی! ہم اللہ سے مرادیں مانگتے ہیں، ہماری مرادیں پوری نہیں ہوتیں! آخر اس کی وجوہات کیا ہیں؟ تو اس کی اساسی اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ قبولیت دعا کے لیے جن شرائط وآداب کا لحاظ ہونا چاہئے، بندہ ان کی رعایت نہیں کر پاتا، جس کی وجہ سے اس کی دعا اللہ کی بارگاہ میں قبولیت کا مقام حاصل نہیں کر پاتی۔

شرائط دعاء

اخلاص:- قبولیت دعا کی پانچ شرطیں ہیں:

دعا کی قبولیت کی پہلی شرط یہ ہے کہ اللہ کی جانب پوری توجہ اور اخلاص کے ساتھ دعا کی جائے، شارح بخاری حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أن الإجــابة مشتــرطة بــالإخلاص. (فتح الباری / کتاب الدعوات ۱۱/۹۵ بیرورت)

اجابت دعا اور قبولیت دعا مشروط ہے اخلاص کے ساتھ۔

یعنی خلوص اور توجہ الی اللہ ہے تو دعا قبول ہوگی ورنہ نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَسْتَجِيبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لاَهٍ. (سنن الترمذي رقم: ۳٤۷۹)

اللہ تعالیٰ غافل اور کھیلنے والے دل سے دعا قبول نہیں کرتا۔

دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے ہوئے ہے اور خیالات دوسری جانب ملتفت ہیں تو ایسی دعا اللہ کی بارگاہ میں ہرگز قبول نہیں کی جاتی۔

حرام خوری سے اجتناب:- دعا کی قبولیت کی دوسری شرط یہ ہے: کہ حرام اور ناجائز مال کے استعمال سے بچا جائے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

مَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ ...... فَأَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ؟ (مسلم، کتاب الزکاۃ / باب قبول الصدقة من الکسب الطيب الخ رقم: ۱۰۱۵)

جس کا کھانا حرام، پینا حرام، اور پہننا حرام ہو، اس کی دعا کہاں قبول ہوسکتی ہے؟

یعنی جو شخص حرام کمائی سے کھاتا ہے، حرام کمائی سے پیتا ہے اور حرام کمائی کا لباس پہنتا ہے اس کی دعا قبولیت تک نہیں پہنچ سکتی۔

گناہوں سے احتراز:- تیسری شرط یہ ہے کہ معاصی اور گناہوں سے اپنا رشتہ منقطع کیا جائے؛ اِس لئے کہ گنہگار بندہ اللہ کی نظر میں باغی اور مجرم ہوتا ہے اور اللہ ایسے بندے کی دعا قبول کرتے ہیں جو اللہ کی نظر میں محبوب اور متقی ہوتا ہے؛ لہٰذا اجابت دعا کے لئے گناہوں کا ترک کرنا لازم ہے۔

(مستفاد: تفسیر کشاف ۱/۶۲۴ بیروت، معارف القرآن/تحت تفسیر رقم الآیۃ: ۲۷ من سورۃ المائدۃ)

قبولیت کا یقین:- چوتھی شرط یہ ہے کہ قبولیت کے پورے یقین سے دعا کی جائے، تردد وتذبذب کی کیفیت نہ ہو کہ پتہ نہیں اللہ میری دعا کو قبول کریں گے یا نہیں؟ ارشاد نبوی ہے:

اُدْعُوا اللّٰهَ وَأَنْتُمْ مُوقِنُونَ بِالإِجَابَةِ. تم اللہ سے دعا اجابت کے پورے جزم واعتماد سے مانگو۔

(سنن الترمذي/ أبواب الدعوات رقم: ٣٤٧٩)

قبولیت کے اَوقات ومقامات:- پانچویں شرط یہ کہ قبولیت کے جو اوقات ومقامات ہیں ان میں دعا کی جائے مثلاً فرض نمازوں کے بعد، تہجد کے وقت، تلاوت قرآن کے بعد، جمعہ کی آخری ساعت (جو عصر کے بعد سے غروب شمس تک رہتی ہے) میں دعا کی جائے، عرفات میں، مزدلفہ میں، منیٰ میں، ریاض الجنۃ میں، صفا ومروہ پر دعا کی جائے وغیرہ وغیرہ۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: آداب الدعاء للمقدسی ۵۹-۶۴ دار النوادر بیروت)

آداب دعا

ان شرئط کے ساتھ ساتھ دعا کے آداب کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے، یہاں دعا کے پانچ ضروری آداب پیش کئے جاتے ہیں (۱) باوضو دعا کرنا (۲) قبلہ رخ ہوکر دعا کرنا (۳) ابتدا اور انتہا میں اللہ کی حمد و ثنا کرنا (۴) اول وآخر میں بارگاہ نبوت میں درود شریف کا نذرانہ پیش کرنا (۵) گریہ وزاری کے ساتھ دعا کرنا۔ (للتفصیل: شروط الدعا للقحطانی: ۳۴-۵۰ ریاض)

اگر بندہ دعا کے شرائط آداب کا پاس ولحاظ کرلے تو اس کی دعا بارگاہ خداوندی میں ان شاء اللہ ضرور قبولیت سے نوازی جائے گی اور اس کی دعا کے نتائج ضرور سامنے آئیں گے؛ البتہ یہ بات یاد رہے کہ دعا کی قبولیت کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ نے جو مانگا فوراً وہ آپ کو مل جائے گا؛ بلکہ حدیث پاک کے مطابق اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں قبولیت دعا کی تین شکلیں ہیں جس شکل میں اللہ چاہتے ہیں بندے کی دعا قبول فرماتے ہیں۔

قبولیت دعا کی تین شکلیں

پہلی شکل:

دعا کی قبولیت کی پہلی شکل یہ ہے کہ جو چیز بندے نے مانگی ہے اگر وہ اس کے لیے سودمند اور مفید ہوتی ہے تو اللہ رب العزت من وعن وہی چیز عطا فرمادیتے ہیں اور منہ مانگی مراد اس کی پوری ہوجاتی ہے:

”إِمَّا أَنْ يُّعَجِّلَ لَهُ دَعْوَتَهُ“ اسی بناپر بعض مرتبہ انسان کہہ اٹھتا ہے کہ میں نے اپنی فلاں دعا کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھا ہے۔

دوسری شکل:

دوسری شکل یہ ہے کہ منہ مانگی مراد پوری نہیں ہو پاتی اور طلب کردہ چیز نہیں ملتی؛ البتہ اس کے بدلے بندے پر آنے والی بلا اور مصیبت کو تا قیامت ٹال دیا جاتا ہے: ”وَإِمَّا أَنْ يَّصْرِفَ عَنْهُ السُّوْءَ مِثْلَهَا“ ہوتا یوں ہے کہ دعا بارگاہ الٰہی میں قبولیت کے لئے جارہی ہوتی ہے اور آسمان سے بندے پر کوئی مصیبت آرہی ہوتی ہے، تو دعا نازل ہونے والی مصیبت سے جھگڑنے لگتی ہے اور قیامت تک جھگڑتی رہے گی جس کی وجہ سے وہ بلا اور مصیبت بندے پر نازل نہ ہو سکے گی۔

تیسری شکل:

قبولیت دعا کی تیسری شکل یہ ہے کہ پرودگار عالم اگر بندے کی دعا من وعن قبول نہ کریں اور کسی مصلحت کی بنا پر دعا کے عوض کوئی بلا اور مصیبت بھی دفع نہ کریں تو اللہ تعالی اس دعا کو بندے کے نامۂ اعمال میں ذخیرہ بنا دیتے ہیں: ”وَإِمَّا أَنْ يَّدَّخِرَهَا لَهُ فِي الآخِرَةِ“ کل قیامت میں اللہ رب العزت والجلال دعا کرنے والے مومن بندے کو بلائیں گے اور فرمائیں گے میرے بندے! تو دنیا کے اندر مجھ سے دعائیں مانگتا رہا مگر میں دنیا میں تیری دعا کو قبول نہیں کیا اور جو چیزیں تو مجھ سے مانگتا تھا میں نے تجھے دنیا میں نہیں دیا، آج ان دعاؤں کے بدلے میں تجھے ڈھیر سارا اجر وثواب دیتا ہوں، اللہ تعالی اس بندے کو اتنا اجر عطا کریں گے، اتنا اجر عطا کریں گے کہ وہ اس قدر خوش ہوگا کہ اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ ہوگی اور تمنا کرے گا اے کاش! دنیا میں میری کوئی بھی دعا قبول نہ ہوئی ہوتی تو بہتر ہوتا۔ (الترغیب والترہیب للمنذری/ الترغیب فی کثرۃ الدعاو ماجاء فی فضلہ ۲/۳۱۵-۳۱۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت، مشکوۃ المصابیح/کتاب الدعوات ۱/۱۹۵)

معلوم ہوا کہ بندے کی دعا ان تینوں صورتوں میں سے کسی نہ کسی صورت میں ضرور قبول ہوگی؛ اِس لئے دعا میں بندے کو استعجال سے کام نہ لینا چاہیے، خداوند قدوس ہم سب کو دعا کے شرائط وآداب کے ساتھ دعا کرنے کی توفیق بخشے اور ہماری دعاؤں کو بہتر سے بہتر شکل میں شرف قبول عطا فرمائے۔ آمین

❍❖❍

کتاب المسائل: مفتی محمد سلمان منصور پوری

بیع کی شرائط کا بیان

بیع کے نافذ ہونے کی شرائط:

بیع کے نفاذ یعنی مفید ملک ہونے کی شرائط اصل میں دو ہیں، جن کی تفصیل ذیل میں درج ہے:

وأما الثاني وهو شرائط النفاذ فإثنان: الملك أو الولاية الخ. (رد المحتار، کتاب البیوع / مطلب: شرائط البیع أنواع أربعة ۷/۱۵ زکریا)

مبیع کا مملوک ہونا

بیع کا نفاذ اُسی صورت میں ہوگا جب کہ مبیع بائع کی ملکیت میں ہو، یا مبیع میں تصرف کا اُسے اختیار حاصل ہو (جیسے مالک کی طرف سے وکیل بالبیع یا چھوٹے بچے کا ولی یا وصی وغیرہ) اِسی سے معلوم ہوا کہ بلا اِجازت دوسرے کی چیز کی بیع شرعاً نافذ نہیں ہوگی؛ بلکہ مالک کی اِجازت پر موقوف ہوگی۔

وأما الثاني وهو شرائط النفاذ فإثنان: الملك أو الولاية الخ، فلم ينعقد بيع الفضولي عندنا الخ. والصحيح انعقاده موقوفًا كما سيأتي في بابه. والولاية إما بإنابة المالك كالوكالة، والشارع كولاية الأب الخ. (شامي، کتاب البیوع / مطلب: شرائط البیع أنواع أربعة ۷/۱۵ زکریا)

مبیع میں غیر کا حق متعلق نہ ہونا

بیع کے نفاذ کی شرائط میں سے ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ مبیع سے بائع کے علاوہ کسی دوسرے کا حق متعلق نہ ہو۔ پس اگر حق متعلق ہو، مثلاً: شئ مرہون (جس سے مرتہن کا حق وابستہ ہوتا ہے) یا متعینہ مدت تک کے لئے کرایہ پردی ہوئی چیز (جس سے کرایہ دار کا حق متعلق ہوتا ہے) تو اُس کی بیع نافذ نہ ہوگی۔

وأن لا يكون في المبيع حق لغير البائع الخ، ولا ينفذ بيع مرهون ومستأجر، وللمشتري فسخه إن لم يعلم الخ. (شامي، کتاب البیوع / مطلب: شرائط البیع أنواع أربعة ۷/۱۵ زکریا)

والثاني: أن لا يكون في المبيع حق لغير البائع فإن كان لا ينفذ كالمرهون والمستأجر، كذا في البدائع. (الفتاویٰ الهندية / کتاب البیوع ۳/۳ زکریا)

لأن فيه إبطال حق المرتهن والمستأجر، وهذا لا يجوز. (بدائع الصنائع ٣٥٤/٤ المكتبة النعيمية ديوبند)

صحتِ بیع کی شرائط:

شروع میں انعقادِ بیع کی جو شرائط ذکر کی گئی ہیں، صحتِ بیع میں بھی اُن کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، اور اُن کے ساتھ درج ذیل شرطوں کو بھی پیش نظر رکھا جائے گا:

وأما الثالث: وهو شرائط الصحة فخمسة وعشرون. منها: عامة، ومنها: خاصةٌ. فالعامة لكل بيع شروط الانعقاد المارة؛ لأن ما لا ينعقد لا يصح الخ. (شامي، كتاب البيوع / مطلب: شرائط البيع أنواع أربعة ١٥/٧ زكريا)

بیع کسی مدت کے ساتھ مؤقت نہ ہو

بیع صحیح ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ یہ عقد کسی مدت تک محدود نہ ہو، اگر مدت تک محدود ہو (مثلاً کہے: دس مہینے کے لئے میں نے یہ چیز بیچی) تو یہ عقد صحیح نہ ہوگا۔

ومنها أن لا يكون مؤقتًا فإن أقته لم يصح. (الفتاویٰ الهندية ٣/٣ زكريا، البحر الرائق / كتاب البيوع ٤٣٦/٥ زكريا، رد المحتار ١٥/٧ زكريا)

مبیع یا ثمن میں ایسی جہالت نہ ہو جو نزاع کا سبب ہو

بیع کا ایک اہم اُصول اور شرط یہ ہے کہ مبیع اور ثمن دونوں متعین ہوں، اور اُن کی مقدار یا وزن میں ایسی جہالت نہ پائی جائے جو بعد میں نزاع کا سبب بنے۔ پس اگر ایسی جہالت پائی جائے گی جو موجب نزاع ہو تو عقدِ بیع درست نہ ہوگا (مثلاً یہ کہا کہ: بکری کے اِس ریوڑ کی ایک بکری میں نے تمہارے ہاتھ اتنے روپیہ میں بیچ دی، تو یہ بیع صحیح نہ ہوگی؛ اِس لئے کہ ہر بکری قیمت کے اعتبار سے الگ حیثیت رکھتی ہے، جب تک وہ متعین نہ ہو، آپسی نزاع کا خطرہ برقرار رہے گا)

ومنها: أن يكون المبيع معلومًا والثمن معلومًا علمًا يمنع من المنازعة، فالمجهول جهالة مفضية إليها غير صحيح كشاة من هذا القطيع، وبيع الشيء بقيمته وبحكم فلان. (البحر الرائق ٤٣٦/٥ زكريا، الفتاویٰ الهندية ٣/٣ زكريا، رد المحتار ١٥/٧ زكريا)

بیع میں کوئی شرطِ فاسد نہ لگی ہو

بیع کے صحیح ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اُس میں کوئی ایسی شرط نہ لگی ہو جو اُس کے لئے

مفسد ہو (مثلاً: مبیع سے بائع کو فائدہ اُٹھانے کی شرط وغیرہ)

وخلوه عن شرط مفسد كما سيأتي في البيع الفاسد. (رد المحتار، كتاب البيوع / مطلب: شرائط البيع أنواع أربعة ۱۵/۷ زكريا، الفتاویٰ الهندية ۳/۳ زكريا، بدائع الصنائع ۳۷۵/٤ المكتبة النعيمية ديوبند، البحر الرائق / كتاب البيوع ٤٣٦/٥ زكريا)

تراضی طرفین

بیع کے انعقاد کے لئے فریقین کا آپس میں بیع پر راضی ہونا بھی ہے، پس زبردستی اور جبر کے ساتھ بیع منعقد نہیں ہوگی۔

ومن شروط صحة البيع أن يقع العقد بتراضي الطرفين، والأصل فيه قوله تعالىٰ: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾ [النساء] فحيث انعدم رضا أحد الفريقين أو كل منهما لم يصح البيع، ولذلك ذكر بعض الفقهاء "تراضي الطرفين" كعنصر لازم في تعريف البيع. (فقه البيوع ۲۷/۱-۲۸ مكتبة معارف القرآن كراچی)

والرضا ...... ففسد بيع المكره. (رد المحتار، كتاب البيوع / مطلب: شرائط البيع أنواع أربعة ۱۵/۷ زكريا، البحر الرائق / كتاب البيوع ٤٣٦/٥ زكريا، ۲٦۱/٥ كراچی)

بے فائدہ بیع نہ ہو

ضروری ہے کہ بیع کا عمل نتیجہ خیز اور مفید ہو؛ لہٰذا بے فائدہ بیع فاسد ہے، مثلاً ایک روپیہ کو ایک روپیہ کے بدلے میں بیچنا؛ تو یہ عمل محض لغو ہے۔

ومنها الفائدة: فبيع ما لا فائدة فيه وشراؤه فاسد، ففسد بيع درهم بدرهم استويا وزنًا وصفةً، كذا في الذخيرة. (الفتاویٰ الهندية ۳/۳ زكريا، البحر الرائق ٤۳۷/٥ زكريا، ۲٦۱/٥ كراچی)

والفائدة ...... ففسد بيع ما لا فائدة فيه وشراؤه كما مر. (رد المحتار، كتاب البيوع / مطلب: شرائط البيع أنواع أربعة ۱۵/۷ زكريا)

اُدھار بیع میں اَدائے ثمن کی مدت کا معلوم ہونا

جب اُدھار بیع کی جائے تو ثمن کی اَدائیگی کا وقت متعین ہونا چاہئے، اگر مدت متعین نہ کی جائے تو

بیع فاسد ہوگی۔

وأما الخاصة فمنها معلومية الأجل في البيع بثمن مؤجل ففسد إن كان مجهولا. (البحر الرائق ٤٣٧/٥ زكريا، ٢٦١/٥ كراچی، رد المحتار ١٦/٧ زكريا، الفتاویٰ الهندية ٣/٣ زكريا)

شئ منقول کی مطلق بیع میں مبیع پر مشتری کا قبضہ کرنا

منقولہ اشیاء کی بیع کی صحت کے لئے مبیع پر قبضہ ضروری ہے۔

ومنها: القبض في بيع المشتري المنقول. (البحر الرائق / كتاب البيوع ٤٣٧/٥ زكريا، ٢٦١/٥ كراچی، رد المحتار ١٦/٧ زكريا، الفتاویٰ الهندية ٣/٣ زكريا)

اَموالِ ربویہ میں بدلین کے درمیان مساوات ہونا

جب بیع میں دونوں جانب اَموالِ ربویہ (جن میں کمی وبیشی سے سود لازم آتا ہے) ہوں تو مبیع اور ثمن میں کیل ووزن کے اعتبار سے یکسانیت لازم ہے، اور کمی بیشی کے ساتھ بیع فاسد ہے۔

ومنها: المماثلة بين البدلين في أموال الربا، حتى لو انتفت فالبيع فاسد؛ لأنه بيع ربا، والبيع الذي فيه ربا فاسد؛ لأن الربا حرام بنص الكتاب الكريم. (بدائع الصنائع ٤٠٠/٤ المكتبة النعيمية ديوبند، البحر الرائق / كتاب البيوع ٤٣٧/٥ زكريا، ٢٦١/٥ كراچی)

عقد کا سود کے شبہ سے خالی ہونا

بیع کے صحیح ہونے کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اُس عقد بیع میں سودی معاملے کا شبہ نہ پایا جائے (جیسے: قرض پر نفع، مثلاً: زیادہ ڈپازٹ دے کر کم کرایہ دینا وغیرہ)

والخلو عن شبهة الربا. (شامي، كتاب البيوع / مطلب: شرائط البيع أنواع أربعة ١٦/٧ زكريا، البحر الرائق / كتاب البيوع ٤٣٧/٥ زكريا)

بیع سلم میں اُس کی شرائط ملحوظ رکھنا

بیع سلم (یعنی نقد ثمن لے کر کسی چیز کو اُدھار فروخت کرنا) میں صحت کے لئے یہ شرط ہے کہ بیع سلم کی سبھی شرائط کو ملحوظ رکھا جائے، اس کے بغیر یہ بیع درست نہ ہوگی۔

ووجود شرائط السلم فيه. (شامي، كتاب البيوع / مطلب: شرائط البيع أنواع أربعة ١٦/٧ زكريا، البحر الرائق / كتاب البيوع ٤٣٧/٥ زكريا)

بیع صرف میں مجلس کے اندر اندر بدلین پر قبضہ کرنا

بیع صرف (سونے چاندی کی بیع) کے صحیح ہونے کے لئے لازم ہے کہ مبیع اور ثمن پر مجلس عقد ہی میں قبضہ متحقق ہو، اِس کے بغیر بیع صرف درست نہیں ہوتی۔

والقبض في الصرف قبل الافتراق. (شامي، كتاب البيوع / مطلب: شرائط البيع أنواع أربعة ١٦/٧ زكريا، البحر الرائق / كتاب البيوع ٤٣٧/٥ زكريا)

بیع مرابحہ وتولیہ میں پہلی ثمن کا معلوم ہونا

بیع مرابحہ (ثمنِ خرید سے بڑھا کر بیچنا) اور بیع تولیہ (پہلی ثمن کے موافق فروخت کرنا) کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ مشتری کو پہلی اصل ثمن کا علم ہو، اگر یہ علم نہ ہوگا تو بیع مرابحہ اور بیع تولیہ کا تحقق نہ ہوگا۔

وعلم الثمن الأول في مرابحة وتولية وإشراك ووضيعة. (رد المحتار، كتاب البيوع / مطلب: شرائط البيع أنواع أربعة ١٦/٧ زكريا، البحر الرائق / كتاب البيوع ٤٣٧/٥ زكريا)

بیع کے لزوم کی شرائط:

اَب تک جتنی شرائط کا ذکر ہوا ہے، وہ سب شرطیں بیع کے لزوم کی شرائط میں بھی داخل ہیں؛ لیکن اُن کے ساتھ ایک شرط مزید ہے جو ذیل میں درج کی جارہی ہے:

وأما الرابع: وهو شرائط اللزوم بعد الانعقاد والنفاذ، فخلوه من الخيارات الأربعة المشهورة الخ. (رد المحتار، كتاب البيوع / مطلب: شرائط البيع أنواع أربعة ١٦/٧ زكريا، البحر الرائق / كتاب البيوع ٤٣٧/٥ زكريا)

بیع میں کسی خیار کا نہ پایا جانا

بیع کا لزوم شرعاً اُسی وقت ہوتا ہے جب کہ اُس کے ساتھ بائع یا مشتری کے لئے کوئی خیار نہ پایا جائے؛ لہٰذا اگر دونوں یا کسی ایک کو بیع کے فسخ کرنے کا اختیار ہو تو وہ بیع لازم نہ ہوگی (مثلاً: خیار قبول، خیار شرط، خیار عیب، خیار رؤیت وغیرہ)

وأما الرابع: وهو شرائط اللزوم بعد الانعقاد والنفاذ، فخلوه من الخيارات الأربعة المشهورة الخ. (رد المحتار، كتاب البيوع / مطلب: شرائط البيع أنواع أربعة ١٦/٧ زكريا، البحر الرائق / كتاب البيوع ٤٣٧/٥ زكريا)

❍❖❍

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ. (سنن أبي داؤد رقم: ٤٩٠٠)

(اپنے مرحومین کی اچھائیوں کو بیان کرو)

گوشۂ اَمیر الہندؒ

اَمیر الہند حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری نور اللہ مرقدہٗ

اُستاذ حدیث ومعاون مہتمم دار العلوم دیوبند وصدر جمعیۃ علماء ہند

کی وفات پر ماہنامہ ''ندائے شاہی'' کی خصوصی پیش کش

- تعزیتی پیغامات
- زندگی کے روشن نقوش
- منظوم خراجِ عقیدت

تحدیثِ نعمت

(ایک یادگار تحریر: اَمیر الہند حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری نور اللہ مرقدہٗ)

اِس سال ۲۴؍شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ مطابق ۷؍اپریل ۲۰۲۱ء بروز بدھ حضرت والد ماجد نور اللہ مرقدہٗ کی دعوت پر برادر عزیز مولانا مفتی قاری سید محمد عفان منصور پوری سلمہ کے بیٹے عزیزم سید محمد ہشام سلمہ کے حفظ قرآن کی تکمیل کی مناسبت سے ایک باوقار تقریب دیوبند میں منعقد ہوئی تھی، جس میں منصور پور اور دیوبند کے خاندان کے تقریباً سبھی حضرات اور دیگر متعلقین علماء اور اَساتذۂ دار العلوم نے شرکت فرمائی۔ اِس موقع پر حضرت والد ماجد نور اللہ مرقدہٗ نے ''تحدیثِ نعمت'' کے طور پر ''احقر پر اللہ تعالیٰ کے بعض اہم انعامات کا تذکرہ اور اُن کی ترغیب وتحریص'' کے عنوان سے ایک تحریر مرتب فرماکر سبھی حاضرین کی خدمت میں پیش کی، جس میں خاص طور پر نسلوں کی دینی تربیت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، اور اِس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکریہ اَدا کیا گیا ہے۔ یہ یادگار تحریر اِفادہ کے لئے ذیل میں پیش کی جارہی ہے۔ (مرتب)

نحمده ونصلي على رسوله الكريم، أما بعد!

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ﴾ [سورة الضحیٰ: ۱۱]

''حَـــدِّث'' تحدیث سے مشتق ہے، جس کے معنی بات کرنے کے ہیں، مراد یہ ہے کہ اے محمد! آپ (اپنے اوپر ہونے والی) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا لوگوں کے سامنے ذکر کیا کریں کہ یہ بھی شکر گذاری کا ایک طریقہ ہے۔ (معارف القرآن) ہر نعمت کا شکر اَدا کرنا واجب ہے، دینی ہو یا دنیوی۔ (تفسیر مظہری)

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تَـحْدِيْثُ النِّعْمَةِ شُكْرٌ وَمِنْ هٰذَا الْقَبِيْلِ قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ" وَنَحْوِ ذٰلِکَ. (تفسیر مظهری)

یعنی اللہ تعالیٰ کے انعام کو ذکر کرنا شکر کرنے کی ایک شکل ہے، اِس سلسلے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد ہے کہ: ''میں تمام اَولادِ آدم کا سردار ہوں اور میں اِس پر فخر نہیں کرتا ہوں''۔

اور اِمام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وَمِـنْـهُ مَـا رُوِيَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهٗ قَالَ: مَا عَمِلْتَ مِنْ خَيْرٍ فَحَدِّثْ بِهٖ إِخْوَانَکَ لِيَقْتَدُوْ بِکَ. قَالَ: إِنَّ هٰذَا إِنَّمَا يَحْسُنُ إِذَا لَمْ يَتَضَمَّنْ رِيَاءً وَظَنَّ أَنَّ غَيْرَهٗ يَقْتَدِيْ بِهٖ. (تفسير كبير)

یعنی حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب تم سے کوئی نیک عمل ہوجائے تو اُس کو

بھائیوں اور اَحباب سے بیان کرنا چاہئے؛ تاکہ وہ بھی اُس جیسا نیک عمل کریں۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ اِس طرح اپنا نیک عمل دوسرے کے سامنے بیان کرنا اُسی وقت مستحسن اور پسندیدہ ہے جب کہ بیان کے وقت دل میں ریاکاری کا خیال نہ ہو، اور اس کو گمان ہو کہ دوسرے لوگ بھی اُس کو سن کر یہ عمل کریں گے۔

اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَقَدْ اسْتَحَبَّ بَعْضُ السَّلَفِ اَلتَّحدُّثَ بِمَا عَمِلَ مِنَ الْخَيْرِ إِذَا لَمْ يُرِدْ بِهِ الرِّيَاءَ وَالْاِفْتِخَارَ وَعَلِمَ الْاِقْتِدَاءَ بِهٖ. (روح المعاني)

یعنی بعض سلف نے اپنے کئے ہوئے نیک عمل کو دوسروں کے سامنے بیان کرنے کو پسندیدہ قرار دیا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ دکھلاوے اور بڑائی جتلانے کی نیت نہ ہو، اور اُسے اُمید ہو کہ اُس کے نیک عمل کے موافق لوگ بھی عمل کریں گے۔

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ اور اُس کی تفسیر کی روشنی میں یہ امر پوری طرح واضح ہوگیا کہ خداوند رحمٰن ورحیم کی طرف سے بندے کو ملنے والی دینی ودنیوی نعمتوں کو بیان کرنا صرف مناسب ہی نہیں؛ بلکہ اُن نعمتوں کی وجہ سے واجب ہونے والے شکر کو بجالانا ہے؛ جو ضروری ہے۔

اور شکر کے معنیٰ ''نعمت کی قدردانی'' کے آتے ہیں۔ جس کے مقابلے میں لفظ ''کفران'' آتا ہے، جو ''ناقدری'' کے معنیٰ میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں نعمت کی ناقدری کرنے پر سخت وعیدی کلمات اِرشاد فرمائے ہیں: ﴿**وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ**﴾ [إبراهيم: ۷]

ترجمہ:- اور وہ وقت یاد کرو جب کہ تمہارے رب نے تم کو اطلاع فرمادی کہ اگر تم شکر کروگے تو تم کو زیادہ نعمت دوں گا، اور اگر تم ناشکری کروگے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔ (حضرت تھانویؒ)

اِس لئے راقم الحروف اللہ تعالیٰ کی بعض نعمتوں کا ذکر کرکے اُس کا حق شکر اَدا کرنا چاہتا ہے، حاشا کلا! اِن کے بیان کرنے سے اپنی بڑائی اور ان پر فخر کرنا مقصود نہیں؛ بلکہ یہ چاہتا ہے کہ دوسرے مسلمان بھی اللہ تعالیٰ سے ان نعمتوں کا سوال کریں اور ان کے حصول کی تدبیر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا: ﴿وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾ (المطففين: ۲۶) **(اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہئے)**

خداوند قدوس نے احقر کو بڑے نیک والدین کے ذریعہ دنیا میں وجود بخشا، جن کو خداوند کریم نے

دین اسلام اور قرآنِ کریم سے بے حد تعلق عنایت فرمایا تھا، اور اکابر ومشائخ دیو بند رحمہم اللہ سے اُن کو بڑی عقیدت تھی۔ جناب والد سید محمد عیسیٰ صاحبؒ قصبہ منصور پور ضلع مظفر نگر کے باعزت خاندانِ سادات سے تھے، اور والدہ صاحبہ مرحومہ خانجہاں پور کے مؤقر خاندانِ سادات سے تھیں، احقر کے نانا مولانا سید محمد نبیہ صاحبؒ دارالعلوم دیو بند کی مجلس شوریٰ کے ممبر رہے ہیں، اور حضرت اقدس شیخ الہند مولانا محمود حسن دیو بندیؒ اور اُن کے شاگرد رشید شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے خانوادے سے نانا جان کا بڑا قریبی و گہرا تعلق تھا، اور احقر کے دادا سید محمد ادریس مرحوم عالم تو نہیں تھے؛ لیکن قرآنِ کریم اور اکابر دیو بند سے اُن کو بھی بہت تعلق تھا، انہی نسبتوں کا اثر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے والدین کو بھی قرآنِ کریم سے گہرا تعلق اور دینی عقائد واعمال پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے احقر کے والدین کو تین بیٹے اور چار بیٹیاں عطا فرمائیں، اُنہوں نے تینوں بیٹوں (سید محمد موسیٰ وسید محمد داؤد رحمہما اللہ اور راقم الحروف) کو حافظ قرآن بنانے کی دعائیں کیں، اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعا قبول فرمائی؛ چناں چہ تینوں حافظ بنے اور تراویح میں سناتے رہے۔ والدین مرحومین کی آرزو کے موافق شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی بیٹی (سیدہ عمرانہ مدنی) احقر کی زوجیت میں آئیں، اِس مبارک نکاح (جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہٗ نے پڑھایا تھا) کا اثر ظاہر ہوا کہ احقر کی تینوں اولاد، دونوں بیٹے (مفتی محمد سلمان، مفتی قاری محمد عفان) اور ایک بیٹی کو اللہ تعالیٰ نے حفظ قرآنِ کریم اور اُس کو پڑھنے اور سنانے کی نعمت عظمیٰ سے نوازا ہے۔ **فللّٰہ الحمد و المنة.**

مفتی سید محمد سلمان کے تین بیٹے (مفتی حافظ سید ابوبکر صدیق، حافظ سید محمد عمر، حافظ سید محمد عدی) اور ایک بیٹی حافظ قرآن ہیں، اور احقر کی بیٹی (رشدیٰ سلمہا) کے ایک بیٹا اور دو بیٹیاں حافظ قرآن ہیں۔ مفتی قاری سید محمد عفان کا ایک بیٹا (سید محمد ہشام) ہے، وہ بھی حافظ قرآن بن گیا ہے، خداوند قدوس آئندہ بھی اِس گھرانے میں حفظ قرآن کا سلسلہ جاری رکھیں، جو قرآنِ کریم کے تا قیامت محفوظ رہنے کا ایک بڑا سبب اور ذریعہ ہے۔

چناں چہ حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا: ”**كَيْفَ يَذْهَبُ الْعِلْمُ؟ (الْقُرْآنُ) وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَنُقْرِأُهُ أَبْنَائَنَا وَيُقْرِأُهُ أَبْنَائُنَا أَبْنَائَهُمْ۔**“ یعنی قرآن دنیا سے کیسے ناپید ہوجائے گا؟ جب کہ صورتِ حال یہ ہے کہ ہم خود قرآن پڑھتے رہتے ہیں، اور ہم اپنی اَولاد کو قرآن پڑھاتے ہیں، اور ہماری اَولاد بھی اپنی اَولاد کو قرآن پڑھائے گی۔

خلاصہ یہ کہ اِس طرح قرآنِ کریم قیامت تک نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا رہے گا اور محفوظ رہے گا۔

یہ تفصیلی روایت کا ایک ٹکڑا ہے، مکمل حدیث درج ذیل ہے، جس میں قرآنِ کریم کے احکام پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے دنیا میں تشویش ناک حالات پیدا ہونے کی وعید سنائی گئی ہے۔

عَنْ زِيَادِ بْنِ لَبِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا، فَقَالَ: ذَاكَ عِنْدَ أَوَانِ ذَهَابِ الْعِلْمِ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ يَذْهَبُ الْعِلْمُ؟ (الْقُرْآنُ) وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَنُقْرِأُهُ أَبْنَائَنَا وَيُقْرِأُهُ أَبْنَائُنَا أَبْنَائَهُمْ إِلىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَقَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ زِيَادُ! إِنْ كُنْتُ لَأَرَاكَ مِنْ أَفْقَهِ رَجُلٍ بِالْمَدِيْنَةِ أَوَ لَيْسَ هٰذَا الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارىٰ يَقْرَؤُنَ التَّوْرَاتَ وَالإِنْجِيْلَ لَا يَعْمَلُوْنَ بِشَيْءٍ مِمَّا فِيْهِمَا. رواه الترمذي. (مشكاة المصابيح / كتاب العلم ص: ۳۸)

ترجمہ:- ’’ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ چل کر اُمتِ محمدیہ کو پیش آنے والے انتہائی پریشان حالات کا تذکرہ فرمایا، اور اِرشاد فرمایا کہ یہ حالات اُس وقت پیش آئیں گے جب کہ علم (قرآنِ کریم) جاتا رہے گا، اِس پر حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ نے یہ طالب علمانہ اشکال کیا کہ علم کیسے دنیا سے ناپید ہوجائے گا؟ جب کہ ہم خود قرآنِ کریم پڑھتے ہیں اور ہم اپنے بچوں، بچیوں کو قرآنِ کریم پڑھاتے ہیں، اور ہماری اولاد بھی اپنی اَولاد کو قرآنِ کریم پڑھائے گی، اور تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشکال کا اِزالہ فرمانے سے پہلے حضرت زیادؓ کو مخاطب کرکے فرمایا: تمہیں تمہارے ماں گم کرے (یعنی تم بڑے قابل رحم ہو) پھر فرمایا کہ میں اَب تک تمہیں مدینہ منورہ کے بڑے سمجھ دار لوگوں میں سے سمجھتا تھا، کیا دیکھ نہیں رہے ہو کہ یہود ونصاریٰ توراۃ وانجیل کو پڑھتے تو ضرور ہیں؛ لیکن اُن کے کسی حکم پر عمل نہیں کرتے‘‘۔

مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد: **’’ذَاكَ عِنْدَ أَوَانِ ذَهَابِ الْعِلْمِ‘‘** سے قرآن کا بالکلیہ ناپید ہونا مراد نہیں؛ بلکہ مسلمان اُس کے احکام پر عمل کرنا چھوڑ دیں گے، جیسے یہود ونصاریٰ نے توراۃ وانجیل پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے، عمل نہ کرنے کی وجہ سے اُن کے لئے ہونا نہ ہونا برابر ہے۔

خلاصہ یہ کہ دین کی بقا کے لئے قرآنِ کریم کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہنا بھی ضروری ہے، اور ساتھ میں قرآنی تعلیمات اور شریعت پر عمل کا اہتمام بھی لازم ہے۔ ہم سب کو اِس بارے میں ضرور فکرمند رہنا چاہئے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری نسلوں میں دین واِیمان اور قرآن کی حفاظت کے فیصلے فرمائیں، اور ہمارا حشر آخرت میں اپنے نیک بندوں کے ساتھ فرمائیں، آمین۔

(احقر محمد عثمان منصورپوری خادم تدریس دارالعلوم دیوبند)

○ چند اہم تعزیتی پیغامات

ملت کے لئے ایک بڑا خسارہ

(حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی زید مجدہم ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

ابھی کچھ دیر پہلے ایک نہایت افسوس ناک خبر قاری محمد عثمان منصور پوری کی وفات کی ملی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قاری محمد عثمان صاحب منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے معاون مہتمم، جمعیۃ علماء ہند (محمود مدنی) کے صدر اور مختلف دینی تنظیموں کے سرپرست تھے، وہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے داماد بھی تھے، اُن کی شخصیت دو پہلوؤں پر مشتمل تھی، ایک پہلو اُن کی شخصیت کا شخصی اور خاندانی تھا، اور دوسرا پہلو جو بہت اہم تھا وہ دعوتی، اصلاحی، تربیتی اور تعلیمی تھا، وہ ایک فعال شخصیت کے مالک تھے، اور اِس پورے خطے میں اپنی دین داری، پرہیزگاری اور جذبہ ایمانی میں بہت ممتاز تھے، اُن کے دونوں صاحبزادگان مفتی محمد سلمان منصور پوری و مفتی محمد عفان منصور پوری علم وفضل اور نیکی وصلاح میں اپنے والد مرحوم کے نقش قدم پر ہیں۔

قاری محمد عثمان صاحب منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ملت اسلامیہ ہندیہ کے لئے اور خاص طور پر دارالعلوم دیوبند کے لئے ایک بڑا خسارہ ہے، وہ عرصہ سے دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ انتظامی اُمور سے بھی وابستہ تھے، اور اُن کی آراء اور مشوروں کو اِدارہ میں بڑی اہمیت حاصل تھی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اُن کی دینی وعلمی خدمات کو قبول فرمائے اور اُن کو اُن کی خدمات کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

ہم حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی دامت برکاتہم ومولانا سید محمود مدنی مدظلہ ومفتی محمد سلمان منصور پوری ومفتی محمد عفان منصور پوری سلمہما اللہ اور دیگر متعلقین کی خدمت میں اپنی مخلصانہ تعزیت پیش کرتے ہیں، اور ان حضرات کی صحت وعمر میں برکت کی دعا کرتے ہیں۔ والسلام

دلی صدمہ بیان سے باہر ہے

(تعزیتی گرامی نامہ: حضرت اَقدس حکیم محمد کلیم اللہ صاحب زید مجدہم علی گڈھ رکن شوریٰ دار العلوم دیوبند)

عزیزانِ گرامی مفتی محمد سلمان ومفتی محمد عفان سلمہما زید رشدکم وفضلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محترم ومعظم حضرت اَقدس قاری سید محمد عثمان صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے سانحۂ اِرتحال سے طبیعت بہت متأثر ہے، جو دلی صدمہ ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطىٰ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى ۔اُن کا وقت موعود آ گیا اور وہ دنیا سے تشریف لے گئے، اُن کی زندگی بہت ہی باوقار اور مثالی تھی، مجھ سے بے انتہاء محبت فرماتے تھے، اُن کے تشریف لے جانے سے جو علمی اور انتظامی خلا ہوگیا ہے وہ نا قابل تلافی ہے، طَابَ حَيًّا وَمَيِّتًا ۔اُن کی زندگی اور وفات دونوں ہی قابل رشک ہیں، بہت مبارک دن ملا، اس میں بڑی بشارت ہے، بہرحال جب تک وہ بقید حیات تھے، اُن کے لئے التزاماً دعاء صحت کرتا تھا، اَب دعاء مغفرت کررہا ہوں، حق تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرمائے، اُن کی خدمات ومساعی کو قبول فرمائے، تم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے، تم دونوں کے لئے التزاماً تہجد میں نام لے کر دعاء کرتا ہوں، تمام اہل خانہ سے میری طرف سے تعزیت مسنونہ، سب کے لئے دل سے دعاء ہے۔

مرزا مظہر جانِ جاناں علیہ الرحمہ کا ایک شعر تحریر ہے، جو وفات سے قبل کہا تھا:

لوگ کہتے ہیں مظہؔر مر گیا
اور مظہؔر در حقیقت گھر گیا

والسلام

شریک غم: محمد کلیم اللہ عفی عنہ

۹؍شوال المعظم ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۲؍مئی ۲۰۲۱ء

اِس سانحہ کی تلافی مشکل ہے

(حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی زید مجدہم صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند وصدر جمعیۃ علماء ہند)

دارالعلوم دیوبند کے معاون مہتمم مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری کے انتقال پر ملال پر اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے صدر جمعیۃ علماء ہند مولانا سید ارشد صاحب مدنی وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند نے کہا کہ یہ میرے لئے بہت دکھ کی گھڑی ہے، میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں اپنے دکھ کا اظہار کس طرح لفظوں میں کروں، قاری صاحب کے انتقال سے علمی وملی دنیا میں جو خلا پیدا ہوا، اُس کی تلافی مشکل ہے۔ مولانا مدنی نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ پچھلے چند مہینوں میں دارالعلوم دیوبند کے بڑے بڑے اساتذہ چھوڑ کر چلے گئے، اور آج قاری عثمان صاحب بھی داغِ مفارقت دے گئے۔ قاری صاحب مرحوم نے دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد جامعہ قاسمیہ گیا (بہار) میں تدریسی خدمات انجام دیں، اُس کے بعد ایک زمانے تک جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ میں رہے، پھر ۱۹۸۲ء میں امروہہ سے دارالعلوم دیوبند آ گئے۔ قاری صاحب کو علم حدیث سے خاص شغف تھا، اور دارالعلوم دیوبند میں اُن کے پڑھانے کا موضوع بھی علم حدیث ہی تھا، ساتھ ساتھ اُن کے اندر معاملہ فہمی، امانت ودیانت داری بدرجہ اتم موجود تھی، جس کی وجہ سے ۱۹۹۹ء سے ۲۰۱۰ء تک وہ دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم رہے، اِس وقت بھی وہ معاون مہتمم اور جمعیۃ علماء ہند کے صدر تھے۔

اُن کی بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ بچوں کی تربیت میں اُن کو کمال کا درجہ حاصل تھا، اُنہی کی تربیت کی وجہ سے اُن کے دونوں بچے محمد سلمان اور محمد عفان سلمہما ماشاءاللہ علم وعمل کے اعتبار سے مشہور ومعروف ہیں، آخری وقت میں ان بچوں نے بہت خدمت کی اور اُن کے ساتھ سایہ کی طرح رہے، اللہ تعالیٰ بچوں کی خدمت قبول فرمائے اور اُن کی نگہبانی فرمائے، اور قاری صاحب کی مغفرت فرمائے۔ مولانا مدنی نے جماعتی رفقاء، اَربابِ مدارس، دارالعلوم سے منسلکین اور طلبہ عزیز سے قاری صاحب مرحوم کے لئے دعاء مغفرت اور زیادہ سے زیادہ ایصالِ ثواب کی درخواست کی ہے۔

قاری صاحب مرحوم کا آبائی وطن منصور پور ضلع مظفر نگر تھا، ۱۲/اگست ۱۹۴۴ء کو سادات بارہہ کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی نواب سید محمد عیسیٰ نہایت صالح اور متقی تھے، نواب صاحب

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت تھے، اُنہیں اَولاد کو علم سے آراستہ کرنے کا بے پناہ جذبہ اور انتہائی لگن تھی، اس کی خاطر اُنہوں نے اپنا گھر چھوڑ کر دیوبند میں اقامت اختیار کرلی اور بچوں کو دینی تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخل کرایا۔ قاری عثمان صاحب مرحوم انہی کے بیٹے تھے۔ آخری وقت میں قاری صاحب مرحوم کے والد نے کہا کہ یہ نہ سمجھنا کہ میں کسی اورغرض سے دیوبند آیا ہوں، میں تو صرف مزارقاسمی میں تدفین کے لئے آیا ہوں، میرے انتقال کے بعد میری تدفین یہیں کرنا۔ ۱۹۶۳ء میں دیوبند ہی میں نواب صاحب کا انتقال ہوا اور مزارقاسمی میں تدفین عمل میں آئی۔

نایاب شخصیت

(حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی زید مجدہم مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند)

حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ جتنی خوبیوں اور جتنی خدمات کے مالک تھے، ایسی شخصیتیں بہت کم نظر آتی ہیں، وہ ''امیرالہند'' تھے، جمعیۃ علماء ہند کی صدارت کا عہدہ جن نازک حالات میں قاری صاحبؒ نے سنبھالا، اور جس خوبی کے ساتھ جماعت کو لے کر چلے، جماعت سے وابستہ تمام حضرات اُس سے واقف ہیں، وہ دارالعلوم دیوبند کے انتہائی مقبول اور باصلاحیت اَساتذہ میں شمار کئے جاتے تھے، وہ طالب علمی کے زمانے میں بھی انتہائی سنجیدہ، باوقار اور طلبہ کے درمیان محبوب رہے۔ ''النادی الادبی'' کے پروگراموں میں ہم لوگ ساتھ رہے ہیں، اور حضرت مولانا وحیدالزماں صاحب کیرانویؒ سے اِستفادہ کیا ہے۔ حضرت قاری صاحبؒ عربی زبان واَدب کے ممتاز طلبہ میں شمار ہوتے تھے، اور اُن کا یہ فن اور ترقی کرتا رہا۔ آپ جب دارالعلوم میں تشریف لائے، تو اخیر تک تکمیل اَدب کے بعض اَسباق آپ سے متعلق رہے، آپ نے تدریس کے ساتھ ساتھ دارالعلوم کی انتظامی ذمہ داریاں بھی بحسن وخوبی انجام دیں۔

اِدھر میرا بہت دنوں سے یہ مطالبہ تھا کہ اہتمام کی ذمہ داری بہت بھاری محسوس ہوتی ہے، مجھے کوئی معاون دیا جائے، اِس سال جب بخاری شریف کا سبق مجھ سے متعلق ہوا، تو میں نے اِس شرط کے ساتھ قبول کیا کہ مجھے مضبوط معاون چاہئے، اور میں نے حضرت قاری صاحبؒ کا نام پیش کیا؛ کیوں کہ اُن کو طویل تجربہ تھا، پھر اُن کی شرافت نفس، اُن کی سوجھ بوجھ، اُن کی اُصول پسندی، اِن سب نے اُن کو اور نمایاں کیا تھا، میں مجلس شوریٰ کا شکرگذار ہوں کہ اِس درخواست کو قبول کیا گیا۔

صفر ۱۴۴۲ھ کی شوریٰ میں یہ تجویز منظور ہوئی، اور جس وقت یہ تجویز لکھ کر حضرت قاری صاحبؒ کے پاس پہنچی ہے، اگلے دن ہی دفتر میں آ کر اپنی جگہ اِس طرح بیٹھ گئے جیسے درمیان میں کوئی انقطاع رہا ہی نہ ہو، آتے ہی فوراً کام شروع کر دیا۔ اور آپ نے یہ معمول بنالیا کہ پہلا گھنٹہ لگتے ہی دفتر اہتمام پہنچ جاتے تھے، جب معاون مہتمم سب سے پہلے آ کر بیٹھیں گے، تو سارا عملہ مستعد ہو جائے گا۔ ایک خاص بات یہ دیکھی کہ کام کی کثرت سے کبھی گھبراتے نہیں تھے، قاری صاحبؒ نے اتنے سارے کام اپنے ذمہ لے رکھے تھے؛ لیکن اُن کی وجہ سے اُنہیں کوئی اُلجھن بھی نہیں ہوتی تھی۔

جب دارالعلوم میں قادیانیت کے فتنے کو کچلنے اور اُس کا مقابلہ کرنے کے لئے "عالمی تحفظ ختم نبوت" کا اجلاس ہوا، اور "مجلس تحفظ ختم نبوت" قائم کی گئی، تو اُس کا ناظم حضرت قاری عثمان صاحبؒ اور ناظم اعلیٰ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحبؒ کو بنایا گیا۔ اُس کے روحِ رواں اُس وقت سے اَب تک حضرت قاری صاحبؒ رہے؛ جب کہ نائب ناظم مولانا شاہ عالم گورکھپوری کو بنایا گیا، اِن دونوں نے مل کر ماشاءاللہ بہت کام کیا، پورے ملک کے اندر مجلسیں قائم کیں۔

اِسی طرح شعبۂ مکاتب اسلامیہ بیرونِ دیوبند یعنی پورے ملک کے اندر جہاں جہاں اِرتداد وقادیانیت کے فتنے تھے، وہاں پر مکاتب قائم کرنا، اور اَساتذہ کو بھیج کر اُن کی نگرانی کرنا، اِس شعبے کے سربراہ بھی حضرت قاری صاحبؒ تھے۔ اِس کے علاوہ "النادی الادبی" کے طلبہ کی نگرانی، "مدنی دارالمطالعہ" کی سرپرستی، اور طلبہ کے ذاتی معاملات میں حسب ضرورت دلچسپی لینا؛ یہ بھی حضرت قاری صاحبؒ کی خصوصیت تھی۔ آپ اُصول پسند آدمی تھے، اُصول کے خلاف کوئی کام آپ کو منظور نہیں تھا؛ چوں کہ حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحبؒ کے ساتھ ایک لمبے عرصے تک کام کر چکے تھے، اِس لئے ضابطوں، معمولات اور تعامل سے بھی واقف تھے، حضرت قاری صاحبؒ کے دفتر اہتمام میں آ جانے سے مجھے بہت سہارا ملا تھا۔ (تلخیص از: تعزیتی بیان)

نا قابل تلافی نقصان

(حضرت مولانا سید محمود اسعد صاحب مدنی مدظلہ ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند)

آپ بیک وقت ایشیا کے دو بڑے اِدارے دارالعلوم دیوبند اور جمعیۃ علماء ہند کے رہ نما تھے، مارچ

۲۰۰۸ء سے تادم واپسیں جمعیۃ علماء ہند کے صدر رہے۔ ۲۰۱۰ء میں حضرت مولانا مرغوب الرحمٰنؒ کے وصال کے بعد آپ کو امارت شرعیہ ہند کے تحت امیر الہند رابع منتخب کیا گیا تھا۔ ۱۹۹۵ء سے جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ کے مدعو خصوصی و رکن رہے، ۱۹۷۹ء میں حضرت فدائے ملتؒ مولانا سید اسعد مدنیؒ کی قیادت میں ہونے والی ''ملک وملت بچاؤ تحریک'' میں آپ جیل بھی گئے۔ فدائے ملتؒ کے وصال کے بعد تنظیم کی اصل پالیسی اور روایات کے مطابق اُنہوں نے مشن اور کاموں کو آگے بڑھایا۔ اُن کے دورِ صدارت میں جمعیۃ علماء ہند نے دہشت گردی کے خلاف ملک گیر سطح پر تحریکیں چلائیں اور اسلام کے پیغام امن کی اشاعت کے لئے دہلی اور دیوبند میں عالمی سطح کی ''امن عالم کانفرنس'' منعقد کی۔

حضرت مولانا مرحوم ملک میں سبھی طبقوں کے درمیان فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لئے بھی کوشاں رہے؛ چناں چہ جمعیۃ علماء ہند نے اپنے اجلاس منتظمہ ۲۰۱۹ء میں ہندو مسلم کے درمیان فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لئے سد بھاؤنا منچ قائم کیا، اِسی طرح ۲۰۱۷ء میں ایک ہزار شہروں میں ایک ساتھ امن مارچ نکالا گیا، نیز دلت مسلم اتحاد کے لئے تحریکیں چلائی گئیں۔ ۲۰۱۱ء میں انسداد فرقہ وارانہ فساد بل اور مسلم اقلیت کو ریزرویشن کے لئے ''ملک وملت بچاؤ تحریک'' چلائی گئی، جس کی قیادت آپ نے خود لکھنؤ میں فرمائی۔ اِس کے علاوہ سال ۲۰۱۶ء میں اجمیر شریف میں جمعیۃ علماء ہند کا ۳۳ رواں اجلاس عام منعقد ہوا، جس میں مسلمانوں کے دو طبقے آپس میں ایک ساتھ سر جوڑ کر بیٹھے اور اتحاد کا پیغام دیا۔ آپ کی قیادت میں جمعیۃ علماء ہند نے دہلی فساد متاثرین اور اس سے قبل بہار، کشمیر سیلاب زدگان اور مظفر نگر و آسام فساد زدگان کی باز آباد کاری کا بڑا کارنامہ انجام دیا۔

آپ میرے مربی اور استاذ تھے، صدر جمعیۃ علماء ہند منتخب ہونے کے بعد آپ نے اپنی فراست اور دانش مندی سے ہمیشہ احقر کی رہ نمائی فرمائی۔ اُن کی وفات بطور خاص میرا ذاتی نقصان ہے، یقیناً آج ہم اپنے ایک مربی، استاذ اور سرپرست سے محروم ہو گئے۔ آپ کو فضل وکمال، شرافت ونجابت اور تقویٰ و طہارت کے ساتھ قدرتِ فیاض سے حسنِ تربیت اور نظم ونسق کی اعلیٰ صلاحیت عطا ہوئی۔ طالبانِ علوم کے ساتھ ہمدردی، غمگساری اور فریادرسی آپ کا خصوصی امتیاز رہا، جب کہ اصول پسندی طبعی وصف تھی۔

اس کے علاوہ آپ دارالعلوم دیوبند کے انتہائی مؤقر اُستاذ حدیث تھے، ۱۹۸۲ء سے ازہر ہند

دارالعلوم دیوبند میں تدریسی فرائض کے ساتھ مختلف انتظامی ذمہ داریاں بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔ آپ کا درس حشو وزوائد سے پاک انتہائی متین، سنجیدہ اور عالمانہ ہوتا۔ زبان صاف ستھری اور ترجمہ انتہائی سلیس اور شستہ ہوتا تھا۔ آپ ۱۹۹۷ء سے ۲۰۰۹ء تک دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم رہے، حال میں مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند نے آپ کو معاون مہتمم منتخب کیا، آپ فی الوقت دارالعلوم دیوبند کے معاون مہتمم بھی تھے۔ آپ تحفظ ختم نبوت تحریک کے لیے عالمی سطح پر معروف تھے اور یہ آپ کی ممتاز خدمات میں سے ایک تھی۔ اکتوبر ۱۹۸۶ء میں عالمی اجلاس تحفظ ختم نبوت کا انعقاد ہوا، جس کے آپ کنویز تھے۔ اس موقع پر ''کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت'' کا قیام عمل میں آیا، آپ ناظم منتخب ہوئے، جس پر تادم واپسیں فائز رہے۔ اس ادارہ نے ملک کے طول وعرض میں فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے عظیم تر خدمات انجام دیں، جو دارالعلوم کی تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے۔ یہ تمام خدمات آپ کی ایمانی حس وحمیت، انتھک جدوجہد اور بے پناہ جذبہ کا ثمرہ ہے۔

آپ کی وفات سے ایشیاء کے دو بڑے اِدارے دارالعلوم دیوبند اور جمعیۃ علماء ہند کو اور بالعموم ملت اسلامیہ ہند کو نقصان عظیم لاحق ہوا ہے، جس کو پر کرنا مشکل ہوگا۔ آج پورا ملک ایسے عظیم اور مخلص رہ نما کی وفات پر غم میں ڈوبا ہوا ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

سانحۂ ارتحال کی خبر صاعقہ اثر ثابت ہوئی

(حضرت مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی مدظلہ مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند)

دارالعلوم دیوبند کے کارگزار مہتمم، جمعیۃ علماء ہند کے صدر محترم اور دیوبند کے موجودہ اکابر کی صف اول کی ایک ممتاز قدآور شخصیت کے مالک حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب منصور پوری رحمہ اللہ مختصر سے دورانیہ علالت کے بعد رب ذوالکرم کی لازوال وبے حدوکنار رحمتوں کے زیر سایہ وقت موعود آجانے پر ہمیشہ کے لئے آسودۂ رحمت ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اگرچہ آج صبح ہی برادر عزیز جناب مولانا مفتی محمد عفان صاحب سے قاری صاحبؒ کی طبیعت کے حوالے سے تشویش انگیز اطلاع مل چکی تھی اور قلب وزبان پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے خیر کے ظہور کے لئے دعائیں جاری تھیں؛ لیکن اس کے باوجود سانحۂ اِرتحال کی خبر صاعقۂ اثر ثابت ہوئی۔

اِس میں کوئی دورائے نہیں ہے کہ ذات حق جل مجدہ نے اپنے خزانۂ غیب سے مرحوم ومغفور حضرت قاری صاحبؒ کو بہت سی نمایاں خصوصیات اور ایسے امتیازی اَوصاف سے سرفراز فرمایا تھا جو کہ عصر حاضر میں موجود علمائے کرام کی جماعت میں اُن کو ایک نمایاں مقام کی حامل شخصیت بنانے کے لئے کافی تھیں، اوراس میں بھی بالخصوص علم وحلم اورصبر وانکسار کے متوازن امتزاجی ذوق ومزاج کے پس منظر میں قابل ذکر علمی وعملی قوت کارفرما تھی، جس کو بزبان کلام اللہ دولت تقویٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اوررب کریم کے فضل واحسان کے طفیل جس میں جس قدر تقویٰ کا جوہر نمایاں ہوگا، اتنا ہی اللہ تعالیٰ علم ومعرفت میں درک وعمل کی گراں قدر دولت سے سرفراز فرمائیں گے۔ فرمانِ الٰہی ﴿واتقوا اللّٰہ ویعلمکم اللّٰہ واللّٰہ بکل شیٔ علیم﴾ اسی روشن حقیقت کی جانب مشیر ہے۔

بارگاہ رب ذوالکرم میں دعا گو ہوں حق تعالیٰ حضرت قاری صاحبؒ کو اعلیٰ علیین میں مقام کریم سے سرفراز فرمائے، اس شدید صبر آزما موقع پر اُن کے صاحبزادگان برادران مکرمین جناب مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری اور جناب مولانا مفتی محمد عفان صاحب منصور پوری نیز دیگر جملہ اہل خانہ واہل خاندان کی خدمت میں اپنی جانب سے اور دارالعلوم وقف دیوبند کے جملہ اساتذۂ کرام وارا کین اِدارہ کی جانب سے تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہوں۔

شرافت وتقویٰ کے پیکر

(حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب میر کشمیری مدظلہ رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند)

یہ خبر صاعقہ اثر بعد جمعہ متصلاً سننے کو ملی کہ دارالعلوم دیوبند کے معاون مہتمم واُستاذ حدیث، جمعیۃ علماء ہند کے صدر، امیر الہند، کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم، نہایت مشفق ومحترم حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری اِس دارفانی سے دارالبقاء کی طرف روانہ ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا مرحوم اکابر واَسلاف دیوبند کے جانشین، نہایت متواضع، شرافت وتقویٰ کے پیکر، علم وعمل کا مجسمہ تھے۔ اللہ پاک حضرت مولانا موصوف کی دینی، دعوتی، علمی، اصلاحی، ملی سماجی تمام ہی خدمات کو اپنی بارگاہِ عالی میں قبول فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ حضرت والا کی شفقتیں، اُن کے احسانات، اُن کی محبتیں، اُن کی خدمات، اُن کی توجہات اوراُن کی اُصول کی پاس داری کا معمول ہم

سب کے لئے ایک سرمایہ اورنمونہ تھا، جس کے ہم کافی محتاج تھے؛ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہر بندے کا وقت موعود ہے، جس کے ٹالنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے، اور حضرت والا کا وہ وقت موعود آچکا تھا۔

حضرت مولانا ذاتی اعتبار سے اللہ کے دین کے خادم تھے، حسباً ونسباً سادات کے واقعی جانشین اور حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند نسبتی تھے۔ دارالعلوم دیوبند جیسے اعلیٰ علمی اِدارے میں بڑے عہدوں پر اپنی خدمت کے فرائض انجام دئے۔ برصغیر کی ممتاز ملی، دینی تحریک جمعیۃ علماء ہند کے عہدوں پر اپنی صلاحیتوں کو صرف کر کے ملت کی سربراہی کرنے والے ایسے عظیم انسان تھے، جن کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں خوبیوں سے نوازا تھا، اور جن کی ملت اسلامیہ کو ضرورت تھی؛ لیکن اللہ پاک اپنی مصلحتوں کو بہتر جانتے ہیں، اور رب العالمین کے فیصلے پر ہم بندگانِ خدا کا راضی برضا رہنا ہمارے لئے سعادت کی بات ہے۔

یہ دنیا دارالامتحان ہے، اور اس امتحان میں یہ حادثہ بھی ہم سب کے لئے امتحان ہے، بسا اوقات آدمی چاہتا ہے کہ میرا محبّ محبوب دنیا میں موجود رہے؛ لیکن مالک کی منشا یہ ہوتی ہے کہ اُس کا جنت میں پہنچنا مناسب ہے۔

موصوف کو دنیا سے منتقل ہونے کے لئے من جانب اللہ جمعۃ المبارک کی سعادت حاصل ہوئی۔ مشکوٰۃ شریف میں روایت موجود ہے کہ جمعۃ المبارک کو اللہ پاک کے حضور میں حاضر ہونے والے، آخرت کی کی پہلی منزل یعنی قبر میں مامون ہوجاتے ہیں۔ ’’إِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ‘‘ یہ اُن کے لئے اپنی ذات کے اعتبار سے بشارت ہے۔

مولانا مرحوم کے باقیات صالحات میں ماشاء اللہ ممتاز عالم دین، صالح بارّ نوجوان حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری، حضرت مولانا سید مفتی محمد عفان منصور پوری اور پورا خانوادہ ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے علمی، دینی اور شرعی ماحول ودیعت فرمایا ہے۔ اُن کے تلامذہ، اُن کے رفقاء اور اُن کے مریدین جانے کتنے لوگ مولانا موصوف کے لئے آخرت کا سرمایہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات اور ہم سب کو اور حضرت کے تمام متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، اُمت مسلمہ خصوصاً مادر علمی دارالعلوم دیوبند اور جمعیۃ علماء ہند کو اُن کا نعم البدل عطا فرمائے، جمعیۃ علماء ہند کے ہزاروں اور لاکھوں افراد جو حضرت مولانا سے وابستہ ہیں، یا مادر علمی دارالعلوم دیوبند اور دیگر مدارس میں جنھوں نے اُن سے کسب فیض کیا، حضرت

کے تلامذہ سب لوگ اور اُن کے ساتھ ہم بھی تعزیت کے مستحق ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ پاک حضرت والا کے درجات کو بلند فرمائے، ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اُمت مسلمہ کو نعم البدل عطا فرمائے، آمین۔

ملت اسلامیہ کا بڑا نقصان

(حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہ ناظم المعہد الاسلامی حیدر آباد)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری کی وفات پر اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ دارالعلوم دیوبند، جمعیۃ علماء ہند اور ملت اسلامیہ کے لئے بہت بڑا نقصان ہے۔ حضرت قاری صاحبؒ ایک کامیاب مربی، کہنہ مشق اُستاذ، باصلاحیت منتظم، معتدل مزاج قائد اور دردمند عالم دین تھے، اُنہوں نے پوری زندگی علم دین کی خدمت کی، اور اُن کے ہزاروں شاگرد ملک وبیرونِ ملک پھیلے ہوئے ہیں، جو علمی لیاقت اور تدریسی کمالات کے ساتھ ساتھ اُن کی شفقت، حسن اخلاق اور نرم خوئی کے بھی معترف ہیں، جہاں اُنہوں نے تدریس کے ذریعہ دارالعلوم دیوبند کی خدمت کی، وہیں بحیثیت معاون مہتمم اپنی انتظامی صلاحیت کے ذریعہ بھی دارالعلوم دیوبند کو فائدہ پہنچایا، اُنہوں نے بہت مشکل حالات میں جمعیۃ علماء ہند کی صدارت کی ذمہ داری قبول کی اور بہتر طور پر اس ذمہ داری کو انجام دیا۔ جمعیۃ علماء میں جو تنظیمی اختلافات پیدا ہوگئے تھے، اُنہوں نے اُن کو کم کرنے اور اختلاف کے باوجود اتحاد کی راہ ہموار کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنۂ اِرتداد سے مسلمانوں کو بچانے کے سلسلے میں بھی اُنہوں نے نمایاں خدمت انجام دی، اور دارالعلوم دیوبند کے ''شعبۂ تحفظ ختم نبوت'' کی شاخیں مختلف ریاستوں میں قائم کیں، اللہ نے اُن کو عالمانہ وقار اور داعیانہ کردار کا بہترین سنگم بنایا تھا، اُن کی وفات یقیناً ملت اسلامیہ کے لئے بڑا نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی بال بال مغفرت فرمائے، اُن کے درجات بلند کرے، نیز دارالعلوم دیوبند اور جمعیۃ علماء ہند کو اُن کا بدل عطا فرمائے۔

ایک اور ستارہ ٹوٹا

(حضرت مولانا سید اشہد رشیدی صاحب مدظلہ مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد)

یہ دنیائے فانی روز وشب، دن ورات اور صبح وشام انسانی آمد ورفت، وجود وفنا اور پیدائش ووفات

کا تماشہ دیکھتی رہتی ہے، کہیں کسی کی آمد پر خوشی ومسرت کا اظہار کیا جاتا ہے، تو دوسری طرف کسی کی جدائی پر اظہارِ غم میں اَفرادِ خانہ مصروف ہوجاتے ہیں، مشکل اُس وقت پیش آتی ہے جب جانے والے کا غم صرف کسی ایک کنبے، خاندان اور مخصوص افراد تک ہی محدود نہ ہو؛ بلکہ اس کا احساس عالم کو دکھ پہنچا رہا ہو اور دنیا بھر میں لوگ اُس کی جدائی اور فراق پر قلبی رنج والم کا اظہار کررہے ہوں، گویا ہر ایک تعزیت کا مستحق ہے، اور اُمت مسلمہ کا ہر فرد تسلی کے کلمات کا حق دار ہے۔ اُنہیں نفوسِ قدسیہ میں سے امیر الہند حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوریؒ اُستاذ حدیث ومعاون مہتمم دارالعلوم دیوبند وصدر جمعیۃ علماء ہند بھی تھے، جو مؤرخہ ۸؍شوال المکرّم ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۱؍مئی ۲۰۲۱ء بروز جمعہ عین نماز جمعہ کے وقت دوپہر ایک بج کر ۱۵؍منٹ پر اپنے مالک حقیقی سے جاملے، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ کی وفات سے جہاں ایک طرف مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کی مسند حدیث سونی پڑگئی اور انتظامی اُمور کو شدید دھچکا لگا ہے، وہیں دوسری طرف جمعیۃ علماء ہند کی مسند صدارت کی رونق بھی ماند پڑگئی ہے، آپ ایک قابل ومشفق اُستاذ ہی نہیں تھے؛ بلکہ قومی وملی مسائل میں مسلمانانِ ہند کے سنجیدہ قائد بھی تھے۔ خدائے بزرگ وبرتر نے آپ کو گوناگوں صلاحیتوں سے مالا مال کیا تھا، امانت ودیانت، سچائی وپاک بازی آپ کی خصوصیت تھی۔ آپ کا وجود اور پروقار شخصیت یقیناً باعث خیر وبرکت تھی، آپ ایک روشن ستارہ کے مانند تھے، جس سے پھوٹنے والی کرنوں سے لوگ اپنی استطاعت کے مطابق کسب فیض کیا کرتے تھے۔

ہم خدامِ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی دل کی اتھاہ گہرائیوں سے حضرات صاحبزادگان ’’حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب ومولانا مفتی سید محمد عفان صاحب وتمام اہل خانہ‘‘ کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہیں، اور اِس بات کی یقین دہانی کراتے ہیں کہ ہم سب اِس غم میں آپ حضرات کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ اور دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت حضرت قاری صاحبؒ کی مغفرت فرمائے، اُن کے درجات کو بلند فرمائے، سیئات کو حسنات سے مبدل فرمائے، اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے، آمین۔

اَسلاف واکابر کی روایات کے اَمین

(حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب مغیثی مدظلہ صدر آل اِنڈیا ملی کونسل)

امیر الہند، جمعیۃ علماء ہند کے صدر اور دار العلوم دیو بند کے معاون مہتمم حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری نور اللہ مرقدہٗ کی رحلت کی خبر موصول ہوئی، یہ خبر صاعقہ بن کر دل کے نشیمن پر گری اور پورے وجود کو اُداسی کی تاریکی میں غرق کر گئی۔

ابھی چند ہی روز کی بات ہے کہ اُمت نے عربی اَدب کے ممتاز اَدیب مولانا نور عالم صاحب خلیل امینی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کا صدمہ برداشت کیا، مشہور محدث حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی رحمہ اللہ کی جدائی کا غم سہا، اور اَب اُسی قافلہ حق وصداقت میں حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب منصور پوریؒ بھی یوں شامل ہوجائیں گے، دل کے کسی گوشے میں اِس کا خیال تک نہیں تھا۔

مولانا مرحوم اَز ہر ہند دار العلوم دیو بند کے معاون مہتمم ہونے کے ساتھ ساتھ جمعیۃ علماء ہند کے صدر بھی تھے، آپ دار العلوم دیو بند کے فیض رساں معلم بھی تھے، اور فن حدیث کے ماہر بھی، درسیات پر عبور رکھنے والے جید عالم بھی اور نصابی علوم کے شارح بھی۔ طبیعت کا حسن، ذوق کی خوبصورتی اور مزاج کی پاکیزگی مولانا مرحوم کے پاس خدادا تھی، اُنہوں نے ان صلاحیتوں کا اَسلاف واَکابر کی طرح استعمال کیا۔

آپ کی زندگی تقویٰ وطہارت اور استقامت وعزیمت سے لبریز تھی، اور تمام زندگی عبادتِ خدا اور خدمت دین متین میں صرف کی۔ جمعیۃ کے پلیٹ فارم سے آپ نے ہمیشہ اپنی دینی فراست اور عقل ودانش مندی سے ملک وملت کی رہنمائی اور رہبری کی۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے سلسلے میں حضرت مولانا مرحوم کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

میں حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی، حضرت مولانا سید ارشد مدنی، مولانا سید محمود مدنی دامت برکاتہم، آپ کے دونوں صاحبزادگان مفتی محمد سلمان منصور پوری، مفتی محمد عفان منصور پوری سلمہما اور تمام پسماندگان کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہوں، اور اللہ رب العزت سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کی علمی، دینی اور ملی خدمات کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور بال بال مغفرت فرمائے۔

ملت اسلامیہ یتیم ہوگئی

(حضرت مولانا مفتی شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی مدظلہ ناظم مدرسہ مسیح العلوم بنگلور)

حضرت امیر الہند قاری محمد عثمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال کی خبر پہنچی تھی، جس نے دل ودماغ کو نہایت متأثر کیا، آپ کا انتقال کیا ہوا؟ ایسا لگا کہ پوری ملت اسلامیہ ایک مخلص ومدبر قائد ورہبر سے محروم ویتیم ہوگئی اور بظاہر حالات ایسی شخصیت کا کوئی بدل دکھائی نہیں دیتا؛ چہ جائے کہ نعم البدل کا تصور کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو ایک جامع کمالات شخصیت بنایا تھا، جن میں بیک وقت علمی وعملی اور ظاہری وباطنی کمالات مجتمع تھے، آپ ایک جانب دارالعلوم کی مسند درس کو رونق اور ایک روحانی مصلح تھے، تو دوسری جانب ملی وملکی مسائل کے سلسلے میں اپنی قائدانہ صلاحیتوں سے لیس ایک شہ سوار بھی تھے، گویا: ''رہبان باللیل وفرسان بالنہار'' کا مصداق تھے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت والا کی بال بال مغفرت فرمائے اور آپ کی عظیم دینی، عملی وملی خدمات کو شرفِ قبول عطا فرمائے، اور ہم سب کو اُن کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

آپ حضرات کے غم ودکھ میں میں اور ہمارے تمام اَساتذہ واراکین جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم بنگلور برابر کے شریک ہیں، اور نیز آپ حضرات پسماندگان کے لئے بھی دعائے صحت وعافیت اور صبر جمیل کرتے ہیں۔

بڑی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ

(حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلوی مدظلہ اُستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند)

بڑی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستورِ مئے خانہ

حضرت قاری عثمان صاحب منصور پوری نور اللہ مرقدہٗ تقریباً ۷۶ رسالہ زندگی گذار کر مالک حقیقی

سے جا ملے۔ حضرت موصوف سے میں اپنی طالب علمی کے زمانہ سے واقف ہوں، بہت سے اسفار میں بھی ساتھ رہا ہے، بعض دفعہ لمبے لمبے سفر بھی ساتھ ہوئے ہیں۔

حضرت موصوف بہت متدین، ذی متانت ووجاہت، جیدالاستعداد، ذی علم وذی شعور، بہترین منتظم، حق شناس، انتہائی متواضع، مہمان نواز، حسن تربیت میں بے مثال، اُن کی حسن تربیت کا اثر مرتب اُن کے دونوں صاحب زادوں سے دیکھا جاسکتا ہے کہ دونوں اُن کی حسن تربیت کے سبب علمی دنیا میں ایک مقام رکھتے ہیں۔ **برد اللّٰہ مضجعه وبوّأه مبوأ صدق في دار السلام۔**

اکابر کی روایات کے حامل

(حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب مدظلہ اِسلاک دعوہ اکیڈمی لیسٹر یوکے)

قحط الرجال کے اِس تاریک دور میں ایسے مخلص، جفاکش، تجربہ کار، علم وعمل کے جامع، اکابر کی روایات کے حامل حضرات کا رخصت ہونا بڑی فکر، دکھ اور تشویش کی بات ہے۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُمت کو ہمارے اِن اکابر کے نقش قدم پر چلنے والے علماء اور دعاۃ مہیا کرتا رہے، جو حفاظت دین اور اشاعت دین کے فریضے کو پورے اخلاص، تندہی، یکسوئی اور للّٰہیت کے ساتھ انجام دیتے رہیں، آمین۔

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نیک بختی ہے کہ آپ نے لمبی عمر پائی، اور ''مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَحَسُنَ عَمَلُہٗ'' کا صحیح مصداق بن کر اپنے پیچھے دو ایسی با کمال اَولاد کو چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے جو ''وَلَدٌ صَالِحٌ یَدْعُوْ لَہٗ'' کے واقعی مصداق ہیں۔

بالخصوص آپ جیسا صاحب فضل، علمی رسوخ رکھنے والا عالم دین جو علم ظاہر وباطن کا جامع اور علم وعمل کا مجمع البحرین ہے، یہ بات اُن کے لئے آخرت میں اِن شاء اللہ طمانینت وفرحت کا سبب بنے گی، اللہ تعالیٰ آپ کے سایہ کو تادیر صحت وعافیت کے ساتھ سلامت رکھیں اور مدتِ مدید تک اُمت کو آپ سے فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد سلمان منصور پوری

ہمارے مشفق ابی
ہمارے محسن مربی

اَمیر الہند حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری نور اللہ مرقدہٗ
محدث ومعاون مہتمم دارالعلوم دیوبند وصدر جمعیۃ علماء ہند
(ولادت: ۱۹۴۴ء - وفات: ۲۰۲۱ء)

ابھی تک طبعیت بہت افسردہ اور دل ودماغ صدمہ سے چور ہے، وہ خبر جس کو سننے کو کان تیار نہ تھے، وہ حقیقت جسے ماننے کو ذہن بالکل آمادہ نہ تھا۔ آہ!! وہ الم ناک واقعہ گذشتہ ۸؍شوال المکرّم ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۱؍مئی ۲۰۲۱ء جمعہ کے مبارک دن عین جمعہ کے وقت پیش آ چکا۔ اس دن ہمارے مشفق ترین والد ماجد (جنہیں ہم بچپن سے اَدب اور محبت کے جذبات کے ساتھ ''ابی'' کہا کرتے تھے) ہمیں روتا بلکتا چھوڑ کر اپنے اُس رب رحمٰن ورحیم کی وسیع الشان رحمت کی آغوش میں چلے گئے، جس رب کے سچے دین کی خدمت کے لئے اُنہوں نے پوری زندگی وقف کر رکھی تھی، انا للہ وانا الیہ راجعون، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

آپ کی وفات کا صدمہ ملت کے ہر طبقے میں محسوس کیا گیا، بے شمار تعزیتی پیغامات موصول ہوئے، جابجا ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا گیا، ہر شخص آپ کی دیانت واَمانت، طبعی شرافت اور حسن خلق کے ساتھ ساتھ حق نوازی اور اُصول پسندی کی صفت کا معترف تھا۔ اتنے لوگوں کی بیک زبان گواہی بلاشبہ ''أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ'' (زبانِ خلق نقارۂ خدا) کا مصداق ہے، اور اُمید ہی نہیں؛ بلکہ یقین ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ خدمت دین میں مشغول اپنے اِس خاص اور پیارے بندے کے ساتھ خصوصی فضل وکرم کا معاملہ فرمائیں گے، اور پوری طرح اپنی رحمت میں ڈھانپ لیں گے، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

ہمارے پیارے ابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہت صاف شفاف اور روشن زندگی گذاری، جس طرح ظاہری لباس میں اُن کا ذوق نہایت اعلیٰ اور نفیس تھا کہ سفید کپڑے پر ادنیٰ سا دھبہ بھی برداشت نہ تھا، اسی

طرح آپ کا باطن بھی آئینہ کی طرح صاف تھا۔عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں آپ ہمیشہ سنت وشریعت کو پیش نظر رکھتے تھے، اور اس کی خلاف ورزی پر سخت ناگواری اور ناراضگی کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔صلہ رحمی اور رشتہ داروں کے حقوق کا آپ نہایت خیال رکھتے تھے۔تدریسی اور انتظامی مسلسل مصروفیات کے باوجود بھی آپ وقت نکال کر اعزاء کے یہاں تشریف لے جاتے، اور سب کی خیر خبر رکھتے تھے۔اخیر زمانہ میں تو اپنے تصرف کی سواری کا انتظام ہو گیا تھا، ورنہ اکثر آپ اپنے ذاتی اسفار پسنجر ٹرینوں یا لوکل بسوں سے فرمایا کرتے تھے، ہم لوگوں کا بچپن میں بارہا اس طرح منصور پور وغیرہ جانا یاد ہے۔

طلبہ عزیز کے ساتھ آپ کی شفقت مثالی تھی، خورد نوازی، دل داری اور حوصلہ افزائی میں بھی آپ ممتاز تھے، لوگ اس بات پر حیرت زدہ رہ جاتے تھے کہ دار العلوم دیوبند میں سال کے اخیر میں جب بنگالی اور آسامی طلبہ کی انجمنوں کے اختتامی اجلاس ہوتے اور آپ کو دعوت دی جاتی تو آپ زبان نہ جاننے کے باوجود اُن کی دل داری کے لئے اجلاس میں تشریف لے جاتے اور اخیر تک تشریف فرما رہتے۔کبھی اس میں رات کے ایک دو بھی بج جاتے تھے۔اسی طرح ’’النادی الادبی‘‘ اور ’’مدنی دار المطالعہ‘‘ کی پوری سرپرستی فرماتے، اور اُن کے سارے معاملات پر گہری نظر رکھتے تھے۔

چوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قلب سلیم اور ذوقِ جمیل عطا فرمایا تھا، اس لئے حسن انتظام گویا کہ آپ کی گھٹی میں ڈالا گیا تھا، ہر کام میں آپ کو نفاست اور عمدگی پسند تھی، کوئی بھی کام بے ترتیب ہو تو اس سے آپ کو طبعی ناگواری ہوتی تھی؛ حتیٰ کہ اگر کبھی کاغذ کو بے جا موڑ دیا گیا یا غلط انداز میں کاٹ دیا گیا تو بھی آپ کو ناگواری ہوتی تھی، اور اس پر بروقت تنبیہ فرمایا کرتے تھے۔

فضول مشاغل اور بے فائدہ مصروفیات سے آپ کی زندگی بالکل پاک تھی، گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو نظر اکثر جھکی رہتی، زبان حد درجہ محتاط تھی، مخالف کے لئے بھی تہذیب سے گری ہوئی کوئی بات آپ سے نہیں سنی گئی، سفر میں اکثر کتابوں اور رسائل کے مطالعہ میں یا قرآنِ کریم کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے۔

آپ دینی سرگرمیوں بالخصوص مدارس اور مکاتب دینیہ کے پروگراموں میں پوری بشاشت اور انبساط کے ساتھ شرکت فرماتے اور اُنہیں پورا وقت دیتے تھے؛ حتیٰ کہ اکثر جگہوں پر آخری بیان اور دعا آپ ہی سے کرائی جاتی؛ لیکن آپ کی پیشانی پر شکن تک نہ آتی تھی۔اور خاص بات یہ تھی کہ آپ کبھی بھی

مجمع کی کمی یا بیشی سے متأثر نہ ہوتے تھے؛ بلکہ قلیل مجمع میں بھی پورے شرح وبسط کے ساتھ بیان فرماتے تھے۔ اور خطاب بھی عام فہم ہوتا تھا، جو اکثر قرآنِ کریم کی آیات اور اَحادیثِ شریفہ کی دل نشیں تشریح پر مشتمل ہوتا تھا، آپ کو تفسیر قرآن سے خاص مناسبت تھی، ''ترجمہ شیخ الہند'' اور ''بیان القرآن'' پر گہری نظر تھی، حسب موقع ان کے حوالے بھی دیا کرتے تھے۔ اِس کے علاوہ اَحادیثِ شریفہ کا بھی بڑا ذخیرہ آپ کے سینے میں محفوظ تھا، جسے عربی متن کے ساتھ آپ اپنے بیان میں برمحل پیش فرماتے تھے۔

مختلف علاقوں میں سفر کے دوران اگر کوئی شخص آپ سے اپنے گھر جانے کی گذارش کرتا اور وقت میں گنجائش ہوتی اور اصل پروگرام میں کوئی خلل نہ پڑتا، تو اکثر آپ اُس کی گذارش کو رد نہ فرماتے؛ بلکہ تھوڑی دیر ہی کے لئے سہی؛ اُس کے گھر تشریف لے جاکر اُس کی دل داری فرماتے تھے۔ ایسے بہت سے لوگوں نے آپ کی وفات کے بعد آکر اپنے واقعات سنائے جو موجودہ دور میں ایک بہترین مثال کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آپ جس اِدارے میں بھی رہے، وہاں اپنے ہم عصروں کے اکرام اور چھوٹوں کے ساتھ خیر خواہی میں ممتاز رہے، آپ کے بلند اخلاق اور صاف ستھری اُصولی زندگی سے ہر شخص متأثر رہا۔

ولادت اور تعلیم

ہمارا آبائی وطن دیوبند سے جنوب کی جانب تقریباً ۴۰ر کلومیٹر دور قصبہ منصور پور (ضلع مظفرنگر) ہے، جہاں ''ساداتِ حسینیہ بارہہ'' کی ایک شاخ قدیم زمانے سے آباد ہے۔ وہیں ۱۲ر اگست ۱۹۴۴ء کو حضرت والد ماجدؒ کی پیدائش ہوئی۔ دادا جان جناب سید محمد عیسیٰ صاحب بہت ہی متدین اور باوقار شخص تھے، اور اکابر علماء دیوبند بالخصوص شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ سے نیازمندی کا تعلق رکھتے تھے، وہ اگرچہ خود حافظ نہ تھے؛ لیکن اُنہوں نے بذاتِ خود اپنی اولاد کو حفظ قرآن کرانے کا عزم کیا؛ چناں چہ منصور پور رہتے ہوئے حضرت والد صاحبؒ نے حفظ مکمل کرلیا تھا، پھر اگلی تعلیم کی فکر ہوئی، تو دادا جان نے محض بچوں کی تعلیم کے لئے منصور پور کی رہائش ترک فرمائی اور دیوبند میں ایک کرایہ کے مکان میں رہنے لگے۔ حضرت والد صاحبؒ نے دادا جان کی سرپرستی اور نگرانی میں فارسی خانہ سے لے کر اعلیٰ تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی، جب آپ درجہ ہفتم عربی میں تھے، تو دادا جان کا انتقال ہوگیا اور ''مزار قاسمی'' میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

حضرت والد صاحبؒ نے ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء میں فخر المحدثین حضرت مولانا سید فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند سے بخاری شریف پڑھنے کی سعادت حاصل کی، اور اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوئے۔

فن قرأت سے دلچسپی

اسی دوران شیخ القراء حضرت مولانا قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ اور قاری عتیق احمد صاحبؒ سے فن قرأت میں مہارت حاصل کی، اُس وقت دارالعلوم دیوبند میں اکثر جلسوں کے آغاز میں حضرت والد صاحبؒ کی قرأت ہوتی تھی، اِسی وجہ سے اُسی وقت سے ''قاری'' کا لقب آپ کے نام کے ساتھ ملحق ہوگیا، اور اخیر تک آپ کی پہچان ایک قاری کے طور پر ہوتی رہی۔

آپ کی تلاوت حسن اَداء کے اعتبار سے نہایت شاندار تھی، سادگی کے ساتھ اور قواعد ومخارج کی مکمل رعایت رکھتے ہوئے آپ رواں پڑھتے چلے جاتے تھے، اور قرأت میں تکلف آپ کو بالکل پسند نہ تھا، اگر کوئی بتکلف قرأت کرتا تو سخت ناگواری ہوتی تھی۔ آپ کو سبعہ وعشرہ قرأت پر مکمل عبور حاصل تھا، اُن کے متعلق کتابوں پر پوری نظر تھی۔ امروہہ کے قیام کے زمانے میں متعدد حضرات نے آپ سے قرأت کی کتابیں پڑھیں اور فن تجوید سے مناسبت پیدا کی۔

عربی اَدب سے لگاؤ

دارالعلوم کے قیام کے زمانے میں آپ نے عربی اَدب میں بھی مہارت حاصل کی، آپ کا شمار حضرت اَقدس مولانا وحید الزماں کیرانویؒ کے خاص اور چہیتے شاگردوں میں ہوتا تھا، مولانا کیرانویؒ کی فعالیت، حسن ذوق اور حسن تربیت کا بڑا حصہ حضرت اَبی نور اللہ مرقدہٗ کو نصیب ہوا تھا، جو وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا گیا۔ آپ فرماتے تھے کہ ''قرآن وحدیث کو کما حقہ سمجھنے کے لئے عربی ادب میں مہارت لازم ہے''۔ اور فرماتے تھے کہ ''اگرچہ موجودہ زمانے کے تقاضوں کی وجہ سے اُسلوب کچھ بدل گیا ہے، مگر عربی زبان وہی ہے جو قدیم زمانے سے چلی آرہی ہے، اِس لئے قرآنی تعبیرات اور اَحادیثِ شریفہ کے متون کو سامنے رکھ کر عربی زبان پر توجہ دینا ضروری ہے''۔

جامعہ قاسمیہ گیا میں

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے ۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۱ء تک صوبہ بہار کے معروف مدرسہ ''جامعہ قاسمیہ گیا'' میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ اِس دوران جگر گوشۂ شیخ الاسلام مخدوم گرامی حضرت اَقدس مولانا سید ارشد صاحب مدنی مدظلہم العالی بھی وہیں مقیم تھے، یہ مدرسہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے جلیل القدر خلیفہ حضرت مولانا قاری سید فخرالدین صاحب گیاویؒ کا قائم کردہ تھا، اور حضرت قاری صاحبؒ ہی کے اصرار اور فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے حکم پر یہ دونوں حضرات اس مدرسہ میں تشریف لے گئے تھے۔ گیا کے مدرسہ اور جائے قیام کی دھندلی یادیں آج بھی احقر کے ذہن میں محفوظ ہیں، وہاں کے لوگوں کی محبتیں اور عقیدتیں بھلائی نہیں جاسکتیں۔

جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ میں

۱۹۷۱ء میں حضرت ابی نوراللہ مرقدہٗ کا تقرر مغربی یوپی کے قدیم شہر ''امروہہ'' کے ایک قدیم اِدارے ''جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ'' میں ہوا، اُس وقت اس مدرسہ کے مہتمم حضرت مولانا اعجاز حسنین صاحبؒ تھے، جب کہ نائب مہتمم حضرت مولانا سید حامد حسن صاحبؒ اور ناظم اعلیٰ حضرت مولانا قاری فضل الرحمٰنؒ صاحب تھے۔ مدرسہ کے شیخ الحدیث کے منصب پر دو بزرگ شخصیات فائز تھیں: (۱) حضرت مولانا سید طاہر حسن صاحب امروہویؒ صاحب ''معارفِ مدنیہ'' (۲) حضرت مولانا شبیہ احمد صاحب فیض آبادیؒ، یہ سب حضرات؛ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے عقیدت کیش اور فیض یافتہ تھے، مدرسہ کی طرف قرب وجوار کے علاوہ بہار، بنگال اور آسام کے طلبہ کا بہت رجوع تھا۔

حضرت ابی نوراللہ مرقدہٗ نے اِس مدرسہ کو ترقی دینے؛ بلکہ عروج تک پہنچانے میں اپنی خداداد صلاحیتوں کو صرف فرمایا، تعلیمات کے نظام کو مستحکم کیا، امتحانات کے نظام میں اصلاحات فرمائیں، اور ساتھ میں اِدارے کو ایک بہترین تربیت گاہ میں تبدیل فرمادیا۔ ایک عرصے تک آپ مدرسہ کے اِحاطے ہی میں ایک کمرے میں مقیم رہے۔ جس وقت آپ امروہہ تشریف لائے، ہماری عمر ۵-یا-۶ سال کی تھی؛ لیکن آپ نے ہمیں دیوبند یا منصور پور نہیں چھوڑا؛ بلکہ مسلسل اپنے ساتھ رکھا، اور دیگر تدریسی مصروفیات

کے ساتھ احقر کو مکمل قرآنِ کریم خود حفظ کرایا، فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء واعلی اللہ مراتبہ فی الجنۃ۔

بعد اَزاں فارسی کی کتابیں تو ہم نے دیگر اَساتذۂ کرام کے پاس پڑھیں؛ لیکن ابتدائی عربی کی کتابیں حضرت ابی نور اللہ مرقدہٗ نے پڑھائیں، خاص طور پر حضرت مولانا مشتاق احمد چرتھاولی رحمہ اللہ کی کتاب ''علم الصرف'' اور ''علم النحو'' اور ''عربی زبان کا آسان قاعدہ'' اور ''القراءۃ الواضحۃ'' ابی نے خود پڑھائیں، اور خوب تمرین کرائی۔ ہم اپنی نالائقی کی وجہ سے سبق یاد کرنے میں بہت لاپروائی برتتے تھے، جس پر خوب تادیب ضربی بھی ہوتی تھی کہ دیکھنے والوں کو رحم آنے لگتا تھا؛ لیکن آپ کا رعب اِس قدر تھا کہ کسی کو دم مارنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

امروہہ میں جب حضرت والدہ صاحبہ مدظلہا تشریف لے آئیں، تو ہم لوگوں کا قیام محلّہ جھنڈا شہید کے ایک کرایہ کے مکان میں ہوا، یہ ایک مختصر سا مکان تھا، جس میں کل دو کمرے، ایک دالان اور ایک کھلا ہوا باورچی خانہ تھا، ہاتھ کا نل تھا، جس سے پانی کی ضرورت پوری ہوتی، چولہے کے طور پر انگیٹھی استعمال ہوتی تھی، جس میں روئی کی کاٹھی یا لکڑی کا برادا بھرا جاتا تھا، جسے بھرنے کے لئے گھر کے بچوں کی باری لگا کرتی تھی، اور محدود آمدنی کے باوجود حضرت ابی نور اللہ مرقدہٗ کے حسن انتظام اور کفایت شعاری کی بدولت صبر وشکر کے ساتھ زندگی گذرتی تھی۔

یہ ہمارے لئے سعادت کی بات تھی کہ جھنڈا شہید کی جس مسجد میں ہم لوگ نماز پڑھتے تھے، اُس میں معروف فرشتہ صفت بزرگ حضرت مولانا مفتی نسیم احمد صاحب فریدی نور اللہ مرقدہٗ کا قیام تھا، جس کی وجہ سے ہم لوگوں کو آپ کی مجالس میں شرکت کا موقع ملتا تھا، اور حضرت مفتی صاحبؒ کی نظر شفقت ہم لوگوں پر بہت ہی زیادہ رہتی تھی، حضرت مفتی صاحبؒ حضرت ابی علیہ الرحمہ کا بے انتہاء اکرام فرماتے تھے، جو بھی اہم مسئلہ پیش آتا تو حضرت ابی علیہ الرحمہ کو بلواتے، فقہی کتابوں کی مراجعت کراتے، اُس کے بعد فیصلہ فرماتے تھے۔

اَمروہہ کا زمانۂ قیام حضرت ابی نور اللہ مرقدہٗ کی زندگی کا یادگار دور کہلایا جاسکتا ہے، یہاں آپ کے ''ابوداؤد شریف''، ''جلالین شریف'' اور ''مختصر المعانی'' کے دروس بہت مشہور ہوئے اور دور دراز کے طلبہ نے آپ سے استفادہ کیا۔

تدریس کے علاوہ دعوتی، تبلیغی اور ملی سرگرمیاں بھی جاری رہیں، امروہہ کے اطراف واکناف کے

دیہاتوں میں آپ کی مسلسل آمدورفت رہتی، جسے آج تک لوگ یاد کرتے ہیں۔

اسی طرح امروہہ کے قیام کے زمانے میں جمعیۃ علماء ہند کی تحریکات میں بھی آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ۱۹۷۶ء میں ''ملک وملت بچاؤ تحریک'' میں آپ نے بھی گرفتاری دی اور تہاڑ جیل میں قید رہے۔ اُس زمانہ میں جمعیۃ کے اجلاسوں میں ہم لوگوں کو بھی اپنے ساتھ لے کر تشریف لے جاتے تھے، جس سے ذہن سازی ہوتی تھی۔

مدرسہ میں ختم بخاری شریف کے موقع پر بڑا جلسہ ہوتا تھا، جس میں خاص طور پر حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند، فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ یا فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہم تشریف لاتے تھے۔

النادی العربی

آپ نے جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ کے زمانۂ قیام میں مدرسہ میں ''النادی العربی'' کے نام سے طلبہ کی انجمن قائم کی، جس کے ہفتہ واری تقریری حلقے قائم کئے جاتے تھے، اور طلبہ اپنے قلم سے عربی میں دیواری پرچے نکالتے تھے۔ ہمیں یاد ہے؛ ہمارا اِبتدائی شعور کا زمانہ تھا، غالباً ''القراءۃ الواضحۃ'' پڑھتے تھے، تو النادی کے حلقے میں ہمارا نام لکھوایا اور مکلّف کیا کہ ''القراءۃ الواضحۃ'' کا جو سبق ہے اُسی کا ایک صفحہ یاد کر کے کھڑے ہو کر سنادو، اِسی طرح جو بھی بن سکے اُلٹا سیدھا مضمون عربی میں بنا کر پیش کرو، پھر آپ اُس کی تصحیح فرماتے اور شاباشی بھی دیتے تھے۔

امروہہ میں ''النادی'' کا سالانہ جلسہ عوامی انداز کا ہوتا تھا، جو اکثر جمعہ کے بعد جامع مسجد کے وسیع صحن میں منعقد ہوتا، جس میں شہر کے عوام وخواص بڑی تعداد میں شرکت کرتے تھے۔ اکثر ان پروگراموں میں حضرت مولانا وحید الزماں صاحب کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لایا کرتے تھے، اس جلسہ کی تیاری مہینوں پہلے سے شروع ہو جاتی تھی، اور حضرت ابی نوراللہ مرقدہٗ پروگرام کو سنوارنے اور مفید تر بنانے پر پوری توجہ دیا کرتے تھے۔

خانوادۂ مدنی کے اَتالیق

آپ کے حسن تربیت کی وجہ سے مدنی خاندان کے حضرات اپنے بچوں کو آپ کی نگرانی میں رکھنے

کی خواہش رکھتے تھے؛ چناں چہ امروہہ کے زمانۂ قیام میں ابتداءً خالِ محترم جگر گوشۂ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید اسجد صاحب مدنی مدظلہم اور جناب بھائی اخلد رشیدی صاحب مدظلہم (مقیم مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً) اور بعد میں جناب مولانا ازہد صاحب مدنی اور مولانا سید محمود صاحب مدنی، مولانا سید مسعود مدنی، اسی طرح ہمارے پھوپھی زاد بھائی حافظ سید محمد کلیم صاحب منصور پوری اور خالہ زاد بھائی مفتی سید محمد حارث خانجہاں پوری (مقیم مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً) مسلسل حضرت ابی علیہ الرحمہ کی سخت نگرانی میں رہے، اور تعلیمی مراحل طے کئے۔ اُس وقت پورے خاندان میں آپ کا رعب وجلال معروف تھا، آپ سے کسی کو بے جابات کرنے کی بھی ہمت نہ ہوتی تھی۔

دیوبند آمد کے بعد بھی تربیت کا یہ سلسلہ جاری رہا، مولوی سید محمد معاذ، مولوی سید محمد سعد، مولوی سید محمد بشار، مفتی سید محمد زید خانجہاں پوری (مقیم مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً) اور حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحبؒ کے دونوں احفاد مولوی محمد اور مولوی احمد سلمہما نے آپ ہی کی تربیت میں رہ کر تعلیم مکمل کی۔ اِن بچوں کی دیکھ ریکھ اور خدمت میں ہماری مکرمہ ومعظّمہ والدہ صاحبہ مدظلہا کا بھی بڑا حصہ رہا ہے، اُنہوں نے ان کے ساتھ بالکل حقیقی ماں جیسا معاملہ کیا، جس کا عظیم اجر اُنہیں آخرت میں ضرور ملے گا، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

دارالعلوم دیوبند میں تقرر

صدسالہ اجلاس کے بعد جب دارالعلوم دیوبند کی نشأۃ ثانیہ ہوئی، تو حضرت ابی نور اللہ مرقدہٗ کا تقرر مدرس وسطیٰ کی حیثیت سے دارالعلوم دیوبند میں کیا گیا، اور ہم لوگ ۱۹۸۲ء میں امروہہ سے دیوبند آگئے۔ اَولاً کئی سال ہم لوگوں کا قیام محلّہ بیرونِ کوٹلہ میں ایک مختصر مکان میں رہا۔ ہم نے درجہ چہارم عربی میں داخلہ لیا، اور پہلے ہی سال حضرت ابی نور اللہ مرقدہٗ سے منطق کی مشہور کتاب ’’سلم العلوم‘‘ اور عربی اَدب میں ’’مقاماتِ حریری‘‘ پڑھی، اس کے بعد اگلے سالوں میں ’’نورالانوار‘‘، ’’مختصر المعانی‘‘، ’’تلخیص المفتاح‘‘ اور سال ہفتم میں ’’تفسیر بیضاوی‘‘ پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت کا درس نہایت مرتب، پروقار اور تحقیقی ہوتا تھا، اخیر سبق تک کوئی بھی بحث تشنہ نہیں رہتی تھی۔ تفسیر وحدیث کے علاوہ فنون پر آپ کی گہری نظر تھی، اور سمجھانے کا انداز ایسا دل نشیں تھا کہ ذرا سی توجہ سے طالب علم کو شرحِ صدر ہوجاتا تھا۔ درس اور وقت کی پابندی کا بڑا اہتمام تھا، اور ہمیشہ باوضو درس دیا کرتے تھے، اور کوئی اہم بحث ہوتی تو اُسے طلبہ کو لکھا دیا کرتے تھے؛ تاکہ مراجعت میں آسانی ہو۔

پھر بعد میں آپ تادم آخر حدیث شریف کی مشہور کتاب ''مشکوٰۃ شریف'' کا درس دیتے رہے۔ نیز ''مؤطا امام مالک'' یا ''مؤطا امام محمد'' کافی سالوں تک آپ سے متعلق رہی، اور اخیر میں ''طحاوی شریف'' بھی آپ نے پڑھائی۔ آپ نے ازخود کبھی کسی کتاب کے پڑھانے کا مطالبہ نہیں کیا؛ بلکہ ایک معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا کہ چند سال قبل تعلیمات کی طرف سے آپ کو ''ابوداؤد شریف'' پڑھانے کی پیش کش کی گئی، تو آپ نے یہ کہہ کر معذرت فرمالی کہ جمعیۃ کی ذمہ داری کی وجہ سے مجھے مصروفیت زیادہ رہتی ہے، مجھ سے کتاب کا حق ادا کرنا مشکل ہوگا۔

آپ کو عربی ادب سے شروع سے ہی دلچسپی رہی، اِسی بنا پر تکمیل اَدب میں ''اَسالیب الانشاء'' کا درس عرصۂ دراز تک آپ سے متعلق رہا، جس سے طلبہ میں عربی اَدب کے ساتھ ساتھ مضمون نگاری اور اِنشاء پردازی کا بہترین ذوق بھی پیدا ہوا۔

دارالعلوم دیوبند میں انتظامی ذمہ داریاں

حضرت ابی نور اللہ مرقدہٗ کا طبعی رجحان کبھی بھی کسی عہدے یا منصب کی طرف نہیں تھا، اصلاً آپ کی پوری توجہ تدریس اور طلبہ کی تربیت کی طرف رہتی تھی؛ لیکن جو ذمہ داریاں بلا طلب آپ پر ڈالی گئیں، اُنہیں آپ نے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سمجھ کر پوری دیانت داری کے ساتھ بحسن وخوبی انجام دیا، اور اپنی حد تک کسی طرح کی کوتاہی نہیں ہونے دی۔ اَوّلاً آپ کو ناظم دارالاقامہ بنایا گیا، آپ نے اُس کے پورے نظام کو درست فرمایا اور سارے ریکارڈ کو تحریری شکل میں مرتب فرمایا، اور مقررہ اُصول وضوابط کی پوری پاس داری کی۔

آپ کے حسن انتظام کو دیکھتے ہوئے مجلس شوریٰ نے آپ کو ۱۹۹۷ء میں نائب مہتمم مقرر کیا؛ چناں چہ آپ نے حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب بجنوریؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کے دور میں ۲۰۰۸ء تک پوری ذمہ داری کے ساتھ مفوضہ اُمور انجام دئے، آپ کا دور نیابت ایک روشن اور کامیاب دور کہلایا جاتا ہے۔ ہم لوگوں نے دیکھا ہے کہ اُس وقت ۲۴ر گھنٹے آپ مصروف رہتے تھے، تدریس کے ساتھ انتظامی اُمور میں ہر وقت مشغول رہنا پڑتا تھا۔ ۲۰۰۸ء میں اگرچہ نیابت اہتمام سے سبک دوش ہوگئے تھے؛ لیکن آپ نے دارالعلوم کی کسی بھی خدمت سے کوئی پہلو تہی نہیں برتی؛ تا آں کہ صفر ۱۴۴۲ھ کی مجلس شوریٰ نے آپ کو ''معاون مہتمم'' مقرر کیا، آپ نے اگلے دن ہی سے مفوضہ اُمور انجام دینے شروع فرمادئے۔ آپ کی توجہ سے دفاتر کا نظام مزید درست ہوا، آپ سارے اُمور، دستور، تجاویز اور مقررہ

اُصول کی روشنی میں انجام دیتے تھے۔ جس کی وجہ سے کسی کو شکایت کا موقع نہ ملتا تھا، آپ ہر ایک کے ساتھ اُس کے مرتبہ کے موافق معاملہ فرماتے تھے، جس کی بنا پر عملہ کے دل میں آپ کی عظمت ومحبت راسخ ہوگئی تھی۔ آپ ہی کی تحریک پر دارالعلوم میں ''اصلاحِ معاشرہ کمیٹی'' بنائی گئی، جس کے تحت شہر اور علاقے میں اَساتذۂ کرام کے اصلاحی پروگرام ہوئے، اور مختصر مدت میں ۶۰ ؍ سے زیادہ اصلاحی مضامین مرتب کر کے ہزاروں کی تعداد میں شائع کر کے تقسیم کیا گیا۔ اِسی طرح دیگر علمی تحقیقی کمیٹیاں بھی قائم کرائیں، جس کے بہتر نتائج ظاہر ہوئے، اور اَساتذۂ کرام نے اس کی بہت قدر فرمائی۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کی نظامت

ہندوستان میں قادیانیوں کے بڑھتے ہوئے خطرات کے پیش نظر ۱۹۸۶ء کے اَواخر میں فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنیؒ کی تحریک پر دارالعلوم دیوبند میں ''عالمی اجلاس تحفظ ختم نبوت'' کا انعقاد ہوا، جس کے کنوینر حضرت ابی نور اللہ مرقدہٗ بنائے گئے۔ آپ نے نہایت محنت، دلچسپی اور لگن کے ساتھ یہ ذمہ داری نبھائی، اور پوری شان وشوکت کے ساتھ یہ تاریخی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں اِمام حرم شیخ عبداللہ بن السبیّلؒ اور ''رابطہ عالم اسلامی'' کے سکریٹری جنرل شیخ عبداللہ عمر نصیفؒ نے شرکت فرمائی۔ اُسی موقع پر پورے ملک میں قادیانیت کے تعاقب کے لئے ''کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت'' کا قیام عمل میں آیا، جس کے صدر حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحبؒ، ناظم اعلیٰ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوریؒ منتخب کئے گئے؛ جب کہ نظامت کی ذمہ داری حضرت ابی نور اللہ مرقدہٗ کے سپرد کی گئی۔ آپ نے اِس ذمہ داری کو ایک عبادت سمجھ کر قبول کیا اور پھر اپنی پوری علمی وعملی صلاحیتیں دفاعِ ختم نبوت پر نچھاور فرمادیں۔ ہم نے قریب سے دیکھا کہ آپ کو جتنا زیادہ شرحِ صدر ختم نبوت کے کام سے ہوتا تھا، اُتنا کسی اور کام پر نہ تھا۔ اِس موضوع پر آپ نے پورے ملک کے دورے کئے، بے شمار تربیتی کیمپ لگا کر علماء، ائمہ اور عوام کو اصل مسئلے سے آگاہ کیا، اور وہ موضوع جو علماء کے طبقے میں بالکل نامانوس ہو چکا تھا، اُسے اتنا آسان کردیا کہ کسی بھی شخص کے لئے سمجھنا مشکل نہ رہا۔ اِس دوران آپ نے نہ صرف اکابر کی مفید تالیفات کو اَز سر نو شائع کرایا؛ بلکہ نئے مختصر رسائل بھی بڑی تعداد میں تیار کئے، جن کے مختلف زبانوں میں ترجمے کئے گئے، اور ملک کے چپے چپے تک اُنہیں پہنچایا گیا۔

۱۴۰۹ھ میں سفیرِ ختم نبوت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند تشریف لائے، اور ختم نبوت کے موضوع پر ملک کے چنندہ علماء کو تربیتی دروس دئے، جو نہایت مفید اور کارآمد تھے۔ حضرت ابی نوراللہ مرقدہٗ نے احقر اور مولانا شاہ عالم صاحب گورکھپوری کو اُن دروس کو حوالوں کی مراجعت کے ساتھ ازسرِ نو مرتب کرنے کا مکلّف کیا؛ چناں چہ حضرت کے حکم کی تعمیل میں ہم لوگوں نے بڑی جانفشانی سے اُسے مرتب کیا، یہ کتاب بعد میں ''ردِ مرزائیت کے زریں اُصول'' کے نام سے شائع ہوئی، اور بہت مقبول ہوئی۔

حضرت ابی نوراللہ مرقدہٗ ''تحفظ ختم نبوت'' کے کام کو پیغمبر علیہ السلام سے تقرب کا بڑا ذریعہ سمجھتے تھے، اور اِس بارے میں اکثر بیانات میں منامی بشارتوں کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے، اُسی کے تعلق سے ایک رسالہ بھی احقر سے لکھوایا تھا۔

حضرت کی وفات کے بعد دارالعلوم کے ''شعبۂ تنظیم وترقی'' کے ناظم جناب مولانا محمد راشد صاحب نے خواب دیکھا کہ حضرت والا مسندِ اہتمام پر تشریف فرما ہیں اور سر پر ایک نہایت نورانی تاج رکھا ہوا ہے، یہ اُسے حیرت سے بار بار دیکھ رہے ہیں، تو حضرت نے خود ہی فرمایا کہ **''یہ دو تاج بھیجے گئے تھے، ایک حضرت شاہ عطاء اللہ بخاریؒ کے لئے اور ایک میرے لئے''**۔ اللہ اکبر! کیسا سچا خواب ہے، آپ نے زندگی کا بڑا حصہ تاجِ ختم نبوت کی حفاظت میں صرف فرمایا، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو آخرت میں نورانی تاج سے سرفراز فرمایا، فالحمد کلہ للہ۔

مسلک حق پر ثبات قدمی

اللہ تعالیٰ نے آپ کو عجیب وغریب ایمانی حمیت اور دینی غیرت سے نوازا تھا، کسی بھی غلط روی اور کج فکری پر خاموش رہنا آپ کو ہرگز گوارا نہ تھا۔ آپ خوش خلقی اور حق نوازی کے حدود کو اچھی طرح جانتے تھے، آپ کی مدارات اسی حد تک تھی جو مداہنت کو شامل نہ ہو، آپ کی پوری زندگی مسلک حق پر ثبات قدمی میں گذری، کبھی بھی اِس بارے میں ادنیٰ سا بھی جھول نہیں دیکھا گیا۔

ابھی چند مہینے قبل خاندان منصور پور کی ایک معروف شخصیت کے ذریعہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مطعون کرنے کی تحریک شروع ہوئی، اور خطرہ ہونے لگا کہ کہیں علاقہ اور خاندان شیعیت کے اثرات سے متأثر نہ ہوجائے، تو حضرت ابی نوراللہ مرقدہٗ انتہائی بے چین ہوگئے، اور احقر کو اِس موضوع پر ایک واضح رسالہ تیار کرنے کا حکم دیا، جو ''صحابہ کرامؓ اور اہل بیت کے متعلق اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف'' کے نام

سے ہزاروں کی تعداد میں اُردو اور ہندی میں شائع ہوا، پھر حضرت نے بذاتِ خود منصور پور اور اُس کے اطراف کی آبادیوں کے مسلسل دورے فرمائے، اور صحیح موقف کی طرف رہنمائی فرمائی، اور اپنی حد تک دفاعِ صحابہؓ میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

عشق نبوی ﷺ

آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے بے انتہاء عشق تھا، جس وقت درس یا بیان میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نامِ نامی آتا تو نہایت عقیدت ومحبت کے ساتھ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' اَدا فرماتے کہ سننے والا بھی محبت کی کیفیت کا خود بخود اندازہ لگالیتا تھا۔ اور اکثر آپ اپنے بیان کا اختتام اِس دعا پر فرماتے تھے: ''اَللّٰهُمَّ اجْمَعْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ كَمَا اٰمَنَّا بِهٖ وَلَمْ نَرَهُ، وَلَا تُفَرِّقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ حَتّٰى تُدْخِلَنَا مُدْخَلَهُ'' (یعنی اے اللہ! ہم نے دنیا میں تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نہیں کی؛ لیکن آخرت میں آپ کے ساتھ ہمیں جمع فرمایئے، اور اُن سے ہمیں جدا مت فرمایئے) اور اکثر یہ دعا فرماتے ہوئے آپ پر رقت کی کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔ اسی محبت کا اثر تھا کہ آپ کو شریعت، سنت اور اُسوۂ صحابہؓ کے خلاف کوئی بات بھی بالکل منظور نہ تھی۔

جمعیۃ علماء ہند سے وابستگی

جمعیۃ علماء ہند اور اُس کی تحریکات سے آپ شروع سے ہی قلبی وابستگی رکھتے تھے، اور جمعیۃ کے تعمیری پروگراموں کو قرآن وسنت کی روشنی میں مدلل فرماتے تھے۔ گیا اور امروہہ کے قیام کے زمانے میں مقامی سرگرمیوں میں پوری طرح شریک رہتے تھے، اور مرکز کی طرف سے جو بھی ہدایات جاری ہوتیں یا تحریک چلائی جاتی، اُس میں آگے بڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ امروہہ رہتے ہوئے آپ نے ''مرارجی ڈیسائی'' کے خلاف چلائی جانے والی جمعیۃ کی ''ملک وملت بچاؤ تحریک'' میں حصہ لیا اور چند دن تہاڑ جیل میں قید بھی رہے، جس پر آپ کو جمعیۃ کی طرف سے مرادآباد کے ایک عظیم اجلاس میں حضرت فدائے ملتؒ کے بدست اعزازی سند بھی عطا کی گئی۔

پھر حضرت فدائے ملتؒ کے دور میں جمعیۃ کی مرکزی مجلس عاملہ میں آپ کو مدعو خصوصی مقرر کیا گیا؛ تاآں کہ ۲۰۰۸ء میں غیر متوقع طور پر آپ کو جمعیۃ علماء ہند کا صدر منتخب کیا گیا، جسے آپ نے محض جماعت کے مفاد کی خاطر بادل ناخواستہ نبھایا اور خوب نبھایا۔ اس دوران بار بار ہم لوگوں سے فرمایا کہ ''یہ بار اَمانت

میرے کمزور کاندھوں پر آ گیا ہے، بس اللہ سے دعا کرو''۔ اور اگلے مراحل میں جب بھی نئے صدر کا انتخاب کا دستوری عمل شروع ہوتا تو آپ سبھی اراکین سے بہت اصرار کے ساتھ فرماتے تھے کہ اس مرتبہ آپ کا نام صدارت کے لئے تجویز نہ کیا جائے، اور جب مجلس عاملہ میں یہ بحث ہوتی تو بھی آپ مسلسل انکار ہی فرماتے رہتے۔ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ کئی نشستیں اسی اصرار وانکار کی نذر ہوگئیں۔ بہر حال آپ نے حتی الامکان اِس عظیم منصب کی لاج رکھی، اور مفید مشوروں اور برموقع تنبیہات سے نوازتے رہے، اور اَراکین گواہی دیں گے کہ اس اخلاص اور بےنفسی کے ساتھ قیادت کرنے والی شخصیت دیکھنے سے اَب آنکھیں ترسیں گی۔

آپ کے دور صدارت میں جو تیرہ سال کو محیط ہے، جمعیۃ علماء ہند تیزی سے شاہ راہ ترقی پر گامزن رہی، اس کے سبھی شعبے فعال اور متحرک رہے۔ ''اِدارۃ المباحث الفقہیہ'' کے آٹھ فقہی اجتماعات ملک کے مختلف شہروں میں پوری آب وتاب کے ساتھ منعقد ہوئے۔ نیز جمعیۃ کے تاریخ ساز اجلاس ہائے عام، حیدرآباد، دہلی، دیوبند اور اجمیر شریف میں منعقد ہوئے۔ علاوہ اَزیں دینی تعلیمی بورڈ کا احیاء ہوا، اور ملک کے طول وعرض میں قیام مکاتب کی تحریک چلائی گئی۔

اِسی طرح ''جمعیۃ حلال ٹرسٹ'' کو منظّم اور وسیع کیا گیا، اور ''جمعیۃ یوتھ کلب'' قائم کر کے نوجوانوں کی فکری اور جسمانی تربیت کا مربوط نظام قائم کیا گیا۔ نیز سرکار کی نئی تعلیمی پالیسی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ''جمعیۃ اوپن اسکول'' کے نام سے ایک عظیم عصری تعلیمی نظام پیش کیا گیا، اِن تمام سرگرمیوں میں حضرتؒ کے مشورے اور ہدایات شامل رہتی تھیں، اور موقع بموقع حضرت باز پرس بھی فرماتے تھے۔

آپ کے دورِ صدارت میں ملک میں متعدد فرقہ وارانہ فسادات ہوئے، نیز قدرتی آفات وبلیات کے حادثات میں جمعیۃ نے ریلیف اور باز آبادکاری کی عظیم خدمات انجام دیں۔ آپ کی سرپرستی میں قائد جمعیۃ حضرت مولانا سید محمود اسعد صاحب مدنی زید مجدہٗ اور اُن کی ٹیم پوری جانفشانی کے ساتھ ملت اور انسانیت کی خدمت میں لگی رہی۔ فالحمد کلہ للہ۔

عادات وخصائل

○ **طہارت ونظافت:-** آپ بدن اور لباس میں پاکی کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے، اگر ذرا سا بھی شبہ ہوجاتا تو فوراً پاک کرنے کا اہتمام فرماتے تھے۔ کئی مرتبہ مشاہدہ ہوا کہ راستے میں چلتے ہوئے پرنالہ یا گھر کی نالی سے آنے والے پانی کی چھینٹوں کا شبہ ہوا تو قیام گاہ پر پہنچ کر کپڑے تبدیل

فرمائے، آپ کو بدن پر میل کچیل قطعاً گوارا نہ تھا، گرمی میں دن میں کئی بار غسل کرتے اور شمیزیں تبدیل فرماتے تھے۔ بدبو سے بھی سخت نفرت تھی، معیاری عطر لگانے کا التزام فرماتے، بالخصوص درس اور دیگر مجلسوں میں حاضری کے وقت باوضو ہوکر اور عطر لگا کر تشریف لے جاتے تھے۔

○ اپنا کام خود کرنا:- آپ کی یہ بھی عادت تھی کہ اپنی ضروریات خود انجام دینے کی کوشش فرماتے تھے، اگر کوئی عذر نہ ہوتا تو باورچی خانہ میں تشریف لے جا کر اپنے لئے یا مہمانوں کے لئے چائے وغیرہ بھی خود ہی بنا لیتے تھے۔ ابتداء میں ضرورت پڑنے پر بازار بھی تشریف لے جاتے اور خود خریداری کرنے میں کوئی تکلف نہ فرماتے تھے، ہم لوگوں کے بچپن میں عید بقرعید پر کپڑے اور چپل وغیرہ خریدنے کے لئے خود ہمیں دوکان پر لے جاتے تھے۔

○ شب خیزی:- آپ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ عشاء کی نماز کے بعد رات کا کھانا تناول فرماتے، اُس کے بعد دودھ پینے کا معمول تھا؛ لیکن کھانے کے فوراً بعد آپ کو نیند کا تقاضا ہوتا تھا، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ جتنی دیر میں دودھ پیش کیا جاتا تو آپ کی آنکھ لگ جاتی، کبھی آدھا پیالہ پیتے پھر تکیہ پر ٹیک لگا کر گہری نیند میں چلے جاتے؛ لیکن یہ صرف ابتدائی شب تک ہوتا تھا۔ اکثر آپ نصف شب میں بیدار ہوتے اور پھر نوافل، تلاوت یا مطالعہ میں مشغول ہو جاتے، عام حالات میں ایسا کبھی نہیں ہوتا تھا کہ پوری رات مسلسل سوتے رہیں۔ یہ شب خیزی کی عادت الحمدللہ اخیر تک رہی؛ حتیٰ کہ مرض الوفات میں بھی حتی الامکان اس کو نبھایا، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق سے نوازیں، آمین۔

○ اُصول پسندی:- آپ ہر معاملے میں اُصول اور قواعد کی پابندی کے قائل تھے، عام معاملہ ہوتو شرعی اُصول کو سامنے رکھتے، اور اگر کسی اِدارے کا معاملہ ہوتو اُس کے دستور، قواعد اور منظور شدہ تجاویز کی روشنی میں فیصلے فرماتے تھے، محض جذباتی انداز میں عجلت کے ساتھ کوئی اِقدام آپ کو پسند نہ تھا۔

○ ہر ایک کے ساتھ اُس کے مرتبہ کے موافق معاملہ کرنا:- آپ ہر شخص سے اُس کے مرتبہ کے موافق معاملہ فرماتے تھے؛ حتیٰ کہ اپنے ماتحتوں میں جو کسی ذمہ دارانہ عہدے پر ہوتا تو اُس کا بھی خیال فرماتے۔ متعدد حضرات نے بیان کیا کہ دارالعلوم کے مسند اہتمام میں اگر کسی شعبے کا ناظم کسی کام کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا، تو گو کہ وہ شاگرد ہوتا، پھر بھی اُس کے عہدے کو دیکھتے ہوئے اُسے ڈیسک کے سامنے بٹھانے کے بجائے اپنے دائیں یا بائیں جانب بیٹھنے کا حکم فرماتے تھے، آپ کا یہ

عمل حدیث: ''أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ'' کی عملی تشریح کی حیثیت رکھتا تھا۔

مہمان نوازی:- آپ کی خواہش ہوتی تھی کہ جو شخص بھی آپ سے ملنے آئے، وہ ناشتہ یا کھانا کھائے بغیر نہ جائے، خاص کر دارالعلوم دیوبند کے اَساتذہ یا ملازمین ملنے آتے، تو کوشش فرماتے کہ کچھ نہ کچھ اُن کی تواضع ہو جائے۔ اور باہر سے جو لوگ ملنے آتے، تو اُن کے لئے کھانے کا خاص اہتمام فرماتے تھے، اور گھر میں کوئی بچہ نہ ہوتا تو سب سامان بذاتِ خود گھر سے لے کر تشریف لاتے تھے، اور بڑی بشاشت کے ساتھ تواضع فرماتے تھے۔

قرآنِ کریم سے شغف

حضرت ابی نور اللہ مرقدہٗ کو قرآنِ کریم سے بے انتہاء شغف تھا، سفر یا حضر میں جو بھی خالی وقت ملتا، وہ تلاوتِ کلام اللہ میں صرف فرماتے تھے۔ آپ نے شروع میں منصور پور میں تراویح میں قرآنِ کریم سنانے کا معمول بنایا، اُس کے بعد جب فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ ''مدنی خانقاہ'' میں رمضان المبارک گذارنے کا سلسلہ شروع ہوا، تو آپ عصر کے بعد حضرت اَقدس مولانا سید ارشد صاحب مدنی دامت برکاتہم کے ساتھ مجلس میں دور فرماتے، اور رات میں ''قیام اللیل'' میں چار رکعات میں ایک پارہ پڑھتے تھے۔ سالوں یہ سلسلہ ''مدنی مسجد'' دیوبند میں جاری رہا۔ اور خصوصاً رات کی تلاوت کی خشوع وخضوع کی تو وہ کیفیت ہوتی تھی جو الفاظ میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ بعد میں جب حضرت اَقدس مولانا سید ارشد صاحب مدنی دامت برکاتہم رمضان میں مدینہ منورہ قیام فرمانے لگے، تو کئی سال آپ نے حضرت فدائے ملتؒ کے حکم پر تراویح میں قرآن سنایا، اور ترتیب یہ ہوتی تھی کہ اولاً سولہ رکعات میں آپ ایک پارہ پڑھتے تھے، پھر وہی پارہ آخری چار رکعتوں میں برادرِ مکرم مولانا سید محمود اسعد صاحب مدنی زید فضلہم پڑھتے تھے۔ پھر جب ''مسجد رشید'' میں اعتکاف ہونے لگا تو بھی آپ کئی سالوں تک ''قیام اللیل'' میں پارہ سناتے رہے۔

گذشتہ سال جب لاک ڈاؤن کی وجہ سے ساری مصروفیتیں ختم ہوگئیں، تو اس پورے عرصے میں آپ نے مسلسل تلاوت کا مشغلہ جاری رکھا؛ حتیٰ کہ گذشتہ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ میں بذاتِ خود ایک طالب علم کو ساتھ لے کر تراویح میں قرآنِ کریم سنایا، اور اِس پر بہت خوش تھے کہ سالوں کے بعد تراویح میں قرآن پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی، بار بار ہم لوگوں سے اِس کا تذکرہ فرماتے تھے۔ اِس سال بھی قرآنِ کریم کے دور کا اہتمام جاری تھا، ۱۹؍ پارے سنا پائے تھے کہ بیماری کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

آپ اپنی اَولاد واَحفاد میں بھی قرآنی سلسلہ جاری رکھنے کے خواہش مند تھے، سبھی بچوں کو حفظ کرایا اور ہر ایک کے ختم قرآن پر اَدائے شکر کے طور پر بڑی بڑی تقریبات منعقد فرمائیں۔ ابھی رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ سے قبل ۲۴؍ شعبان المعظم کو عزیز مکرم جناب مولانا مفتی محمد عفان سلمہ اللہ کے بیٹے عزیزم سید محمد ہشام سلمہ کے ختم قرآن پر دیوبند میں ایک بڑی تقریب منعقد فرمائی، جس میں سبھی خاندان والوں کو دعوت دی، اور باقاعدہ اپنے دست مبارک سے ایک تحریر مرتب فرمائی، جس میں اولاد میں حفظ قرآن کی سعادت پر دل سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا فرمایا، الحمدللہ آپ کی اَولاد واحفاد میں ۱۱؍ بچے بچیاں حفاظ موجود ہیں، جو آپ کے لئے رفع درجات کا ذریعہ بنیں گے، اِن شاء اللہ العزیز۔

سلوک ومعرفت

حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ اَولاً شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت ہوئے تھے، اور آپ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے، ہم لوگوں کا بچپن میں آپ کے ساتھ حضرت شیخؒ کی مجالس میں سہارنپور اور دلی حاضر ہونا یاد ہے؛ لیکن بعد میں حضرت شیخؒ نے آپ کو فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنی علیہ الرحمہ کے حوالے فرمادیا تھا؛ چناں چہ حضرت فدائے ملتؒ کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے آپ نے مراحل سلوک طے فرمائے؛ تا آں کہ اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔ آپ کا شمار حضرت فدائے ملتؒ کے اجل خلفاء میں ہوتا تھا؛ لیکن حضرت کی حیات میں دوسروں کو بیعت کرنے سے اعراض فرماتے رہے، بعد میں بھی عمومی بیعت کی طرف رجحان نہیں تھا، اکثر مولانا سید محمود صاحب مدنی زید فضلہم کی طرف یا دیگر اکابر کی طرف رجوع کا مشورہ دیتے تھے؛ البتہ اگر کوئی بہت زیادہ اصرار کرتا یا ایسا علاقہ ہوتا کہ دوسروں کی رسائی دشوار ہو تو آپ بیعت فرمالیا کرتے تھے۔ چند حضرات کو آپ کی طرف سے اجازت بھی دی گئی ہے۔

خانوادۂ مدنی سے نسبت

حضرت داداجان رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی خواہش تھی کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے قرابت داری کا سلسلہ قائم ہو، اللہ تعالیٰ نے اُن کی آرزو پوری فرمائی، اور حضرت شیخ الاسلامؒ کی منجھلی صاحب زادی سیدہ عمرانہ مدنی صاحبہ مدظلہا سے آپ کی نسبت طے ہوئی؛ البتہ عقد ہونے سے قبل ہی داداجانؒ کی وفات

ہوگئی، اور ۱۹۶۶ء میں یہ مبارک رشتہ قائم ہوا، نکاح کی پرنور تقریب میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے خطبۂ نکاح پڑھا، اللہ تعالیٰ نے اِس رشتے میں بڑی خیر وبرکت ظاہر فرمائی، اور حضرت والدہ ماجدہ اَدام اللہ ظلہا کی صورت میں ہمیں ایسی بابرکت ذات نصیب ہوئی، جنہوں نے بچپن کے بے شعوری کے زمانہ سے آج تک ہر ہر قدم پر دین داری اور اتباعِ سنت وشریعت کے سانچے میں ڈھالنے کی کوششیں فرمائیں، اللہ تعالیٰ اُنہیں اجر جزیل سے نوازیں، اور اُن کا سایہ تادیر بصحت وعافیت ہمارے سروں پر قائم رکھیں، آمین۔

اَولاد کی نگرانی

ہمارے پیارے والد ماجد نور اللہ مرقدہٗ نے اخیر تک ہم پر جو احسانات فرمائے ہیں، اُن کا حق اَدا کرنا تو درکنار؛ اُنہیں اَلفاظ میں بیان بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ایک طرف آپ ہماری طبعی ضرورتوں کی تکمیل میں پوری فراخ دلی سے کوشاں رہتے تھے، کھانے پینے، پوشاک اور علاج وغیرہ میں حتی الامکان بہتر سے بہتر صورت اپناتے؛ لیکن تعلیم وتربیت میں ایسی سختی تھی کہ لوگ حیرت کیا کرتے تھے۔ دیوبند میں پورا طالب علمی کا زمانہ آپ کی نگرانی میں گذرا، اکثر امتحانات میں اچھے نمبرات آتے تو مسرت کے ساتھ شکر کے جذبات ظاہر فرماتے۔ دورۂ حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ کامیابی سے نوازا، تو خوشی میں اہل خاندان کی بڑی دعوت کی، بعد میں جب تدریب الافتاء کی تکمیل کے بعد حضرت مولانا سید رشید الدین صاحب حمیدی رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش پر مدرسہ شاہی مرادآباد کی خدمت طے ہوئی، تو مرادآباد روانہ ہوتے وقت چند ضروری باتوں کی نصیحت فرمائیں:

(۱) کوئی طالب علم اگر کتاب سمجھنے کے لئے کمرے پر آئے تو دروازہ بند کرکے اُس سے گفتگو نہ کرنا؛ بلکہ دروازہ کھلا رکھنا۔

(۲) کبھی یہ مطالبہ مت کرنا کہ مجھے فلاں کتاب دی جائے؛ بلکہ انتظامیہ کی طرف سے جو کتاب بھی دی جائے اُسی کو اللہ کے بھروسے پر قبول کرلینا۔

(۳) کبھی تنخواہ بڑھانے کی درخواست مت دینا؛ بلکہ مدرسہ سے جو بھی ملے اُسے شکریہ کے ساتھ لے لینا۔

(۴) کسی بھی انتظامی معاملے میں اَز خود دخل مت دینا؛ البتہ اگر منتظم خود مشورہ لے تو جو دیانۃً صحیح سمجھو وہ بتادینا، مگر اپنے مشورہ پر کبھی اصرار مت کرنا۔

الحمد للہ حضرتؒ کی اِن ہدایات پر عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بہت سے فتنوں سے محفوظ رکھا۔

برادر عزیز مولانا مفتی سید محمد عفان سلمہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم وتربیت میں بھی آپ نے کوئی کسر نہیں اُٹھا

رکھی، اُنھوں نے دورہ سے فراغت کے بعد تکمیل اَدب اور اِفتاء کا کورس کیا، پھر دوسال تخصص فی الحدیث میں پڑھا، اس لئے اُنہیں حدیث شریف سے بھی اچھی مناسبت پیدا ہوگئی۔ اِسی بناپر آپ کی خواہش تھی کہ عفان سلمہ کو حدیث کی تدریس کا موقع ملے؛ چناں چہ جب امروہہ کے مدرسہ میں اُن کے تقرر کی بات چلی تو آپ نے مسرت کا اظہار فرمایا۔

اور ہمارے اپنے اپنے مدرسوں میں خدمت انجام دینے کے باوجود آپ ہماری سرگرمیوں پر نظر رکھتے، اور لوگوں سے معلومات کرتے رہتے تھے، اور کوئی بات خلافِ طبعیت سامنے آتی تو سخت تنبیہ بھی فرماتے تھے۔ ہمارا معمول تھا کہ جب بھی کتاب شروع یا ختم ہوتی تو حضرت کو اطلاع دیتے تھے، اور حضرت اس پر دعاؤں سے نوازتے تھے۔ اِس سال ہمارے لئے بڑی سعادت کی بات ہوئی کہ ۲۰؍فروری ۲۰۲۱ء کو مرادآباد تشریف لائے، اتفاق سے اُسی دن ہمارے سے متعلق ''ابوداؤد شریف جلد ثانی'' ختم ہورہی تھی، تو آپ نے ضعف وکمزوری کے باوجود رات میں ساڑھے دس بجے درس گاہ میں تشریف لاکر کتاب ختم کرائی، اور دعاؤں سے نوازا، فالحمدللہ علیٰ ذلک۔

زیارتِ حرمین شریفین

آپ کو حرمین شریفین سے خاص اُنسیت رہی، تین مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت ملی، اور تقریباً سولہ مرتبہ رمضان المبارک میں عمرہ کے سفر فرمائے۔ متعدد اَسفار میں ساتھ رہنے کی سعادت حاصل رہی، حرمین شریفین میں آپ کا ذوق وشوق اور عبادات میں اِنہماک غیر معمولی ہوتا تھا۔ طواف اور سعی نہایت اطمینان سے اور کامل خشوع وخضوع کے ساتھ فرماتے تھے۔ بسا اَوقات اس میں کئی کئی گھنٹے لگ جاتے؛ لیکن جلد بازی قطعاً گوارا نہ تھی۔ مدینہ منورہ کے قیام کے زمانے میں زیادہ وقت حرم شریف میں ہی گذرتا تھا، اور حسب موقع ''مواجہہ شریف'' میں حاضر ہوکر دیر تک صلوٰۃ وسلام میں مشغول رہتے تھے۔

علالت اور وفات

حضرت والد صاحبؒ نے زندگی کا اکثر حصہ صحت وعافیت کے ساتھ گذارا، چند سال قبل سے شوگر کی شکایت تھی، مگر وہ بھی اکثر نارمل رہتی تھی۔ رمضان المبارک کے وسط سے کچھ نزلہ کی شکایت ہوئی، مقامی ڈاکٹر کی دوا لیتے رہے۔ اسی بیچ منصور پور میں دواعزاء کی وفات ہوئی، اُن کے جنازے میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے، اور دیر رات واپس دیوبند تشریف لائے، اگلے دن بخار کی شدت ہوئی، کمزوری کافی بڑھ گئی تو ''ڈاکٹر ڈی کے جین'' کو دکھایا، اُس نے وائرل تجویز کیا اور دوا دے دی؛ لیکن کمزوری بے انتہا تھی، تو مشورے سے کورونا (کووڈ-۱۹) کا ٹیسٹ کرایا گیا، اُس کی رپورٹ پازیٹو آئی، اور رات میں آکسیجن کی کمی

بھی نوٹ کی گئی، تو بڑے ڈاکٹروں کے مشورے سے گھر ہی پر آکسیجن وغیرہ کا انتظام کرکے کووِڈ کا علاج شروع کرایا گیا، جو بھی بہتر سے بہتر دوا ہوسکتی تھی وہ دی جانے لگی، دو تین دنوں کے بعد کچھ اِفاقہ بھی محسوس ہونے لگا؛ تا آں کہ عید کے بعد کورونا کی رپورٹ بھی نگیٹو آ گئی؛ لیکن اِس دوران پھیپھڑوں میں شدید قسم کا انفیکشن پیدا ہوگیا تھا، اور دوبارہ ہلکا بخار آنے کی وجہ سے نقاہت نا قابل بیان تھی، اس لئے ۵؍شوال ۱۴۴۲ھ بروز منگل رات میں ''میدانتا اسپتال'' گڑگاؤں میں داخل کرایا گیا۔ ڈاکٹروں نے رپورٹیں دیکھ کر تشویش ظاہر کی اور ICU میں داخل کرلیا۔ اگلے دن یعنی ۶؍شوال بروز بدھ طبعیت میں سدھار محسوس ہوا، صبح کے وقت کچھ غذا بھی نوش فرمائی؛ لیکن جمعرات کی دوپہر سے طبعیت میں اچانک بہت گراوٹ ہونے لگی، سانس تیزی سے پھولنے لگا، جس کی بنا پر ''بائی پپ'' لگا کر سپورٹ دی گئی؛ لیکن اُس سے بھی اِفاقہ نہ ہوا، تو جمعہ کی رات میں ''وینٹی لیٹر'' کی ضرورت پڑی؛ اِس لئے کہ غشی کی کیفیت طاری ہوچکی تھی۔ جمعہ کے دن صبح سے ہی طبعیت نازک ہونے کی اطلاع ملتی رہی، بلڈ پریشر مسلسل کم ہوتا جارہا تھا، ہم لوگوں نے اُسی حالت میں ڈسچارج کرکے لے جانے کی درخواست کی، جسے منظور کرلیا گیا، اور کارروائی شروع ہوگئی؛ لیکن اس کی تکمیل سے پہلے ہی تقریباً سوا بجے عین جمعہ کے وقت آپ نے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کردی، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اسپتال میں کاغذات کی تیاری میں کچھ وقت لگا، اور ہم لوگ ساڑھے چار بجے اسپتال سے روانہ ہوئے، جمعیۃ کے مرکزی دفتر میں فوراً آپ کو سنت کے مطابق غسل دیا گیا، دہلی واطراف سے بہت سے علماء وائمہ جمع ہوچکے تھے، اِس لئے اُنہوں نے اپنے طور پر نماز جنازہ اَدا کی، بعد اَزاں مغرب سے قبل پونے سات بجے دفتر سے جنازہ روانہ ہوا، اور ٹھیک نو بجے ہم لوگ جنازہ لے کر دیوبند پہنچے۔ لاک ڈاؤن کے باوجود علماء اور خواص ہزاروں کی تعداد میں دیوبند میں جمع تھے۔ ٹھیک گیارہ بجے رات میں اِحاطہ مولسری دارالعلوم دیوبند میں جگر گوشۂ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی دامت برکاتہم صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند وصدر جمعیۃ علماء ہند نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ مجمع کی کثرت کی وجہ سے مولسری سے دیوان دروازے تک صفیں لگائی گئیں، بعد اَزاں قبرستانِ قاسمی میں شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اور حضرت فدائے ملتؒ کے قدموں میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا؛ گویا کہ اُنہی بزرگوں کے جوار میں پہنچ گئے جن کے مشن پر تازندگی چلتے رہے۔ احقر اور برادر عزیز مفتی محمد عفان سلمہ نے قبر میں اُتر کر نم آنکھوں سے آپ کو آخری آرام گاہ تک پہنچانے کی سعادت حاصل کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃً، نور اللہ مرقدہٗ وبرد مضجعہ۔

اللہ تعالیٰ حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کے درجات بے حد بلند فرمائیں، اُمت کو آپ کے نعم البدل سے نوازیں، اور ہمیں اُن کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق اَرزانی فرمائیں، آمین۔

❍❖❍

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارے ابی جانؒ

بیاد: امیر الہند حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری نور اللہ مرقدہٗ
محدث ومعاون مہتمم دار العلوم دیوبند وصدر جمعیۃ علماء ہند

محمد عفان منصور پوری

حلیہ :- گورا چٹا رنگ، بیضوی، پرکشش، جاذب نظر اور بارعب چہرہ، ستواں اور خوب صورت ناک، عینک کے پیچھے سے چھلکتی ہوئی شرم وحیاء سے لبریز آنکھیں، کشادہ پیشانی، متوسط قد وقامت، چھریرا بدن، اُجلے رنگ والے چہرہ پر سفید ونورانی داڑھی، سر پر ہلکے ہلکے بال اور گول ٹوپی، مونچھیں قینچی سے کٹی ہوئیں، نہایت موزوں جسم پر صاف ستھرے اور سفید رنگ کے سوتی کپڑے، موسم سرماں میں دیدہ زیب شیروانی، زیادہ ٹھنڈک میں فرغل، سر پر مخصوص انداز کا عمامہ یا رومال، ایک ہاتھ میں عصائے پیری یا چھتری، اور دوسرے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا پرس، جس میں موبائل چابی اور ضروری کاغذات ہوتے، رفتار میانہ، مائل بہ سرعت، راہ چلتے کمر میں ہلکا سا خم اور نگاہیں بالکل جھکی ہوئیں، عالمانہ شان ووقار اور متانت وسنجیدگی سے بھرپور وجود کا حامل رب دوجہاں نے ہمارے قابل فخر اور عظیم المرتبت والد بزرگوار حضرت اَقدس مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری نور اللہ مرقدہٗ کو بنایا تھا، جو گذشتہ ۸؍شوال المکرّم ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۱؍مئی ۲۰۲۱ء عین نماز جمعہ کے وقت دنیا اور اُس کے جھمیلوں کو الوداع کہہ کر خالق حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

انعامِ الٰہی

اللہ کا فضل وکرم اور اُس کا انعام واحسان ہے کہ اُس نے ہمیں ایسے جلیل القدر اور عظیم المرتبت والدین عطا فرمائے، جنھوں نے ہماری تربیت ونگرانی، زیور علم سے آراستہ کرنے اور اِسلامی آداب سے

مالا مال کرانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، باری تعالیٰ ہمارے محترم والدین کو اس کی بہترین جزا اور بدلہ مرحمت فرمائیں۔ حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نظام الٰہی کے مطابق اس دنیائے دنی کو الوداع کہہ کر ہمیں روتا بلکتا چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے (اللہ پاک اُن کی قبر کو نور سے منور فرمائیں، آمین) لیکن الحمد للہ والدہ محترمہ بقید حیات ہیں، اَب گویا کہ وہی ہماری ماں ہیں اور وہی باپ ہیں، باری تعالیٰ صحت وسلامتی کے ساتھ اُن کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر دراز فرمائیں، اور اُن کی دعاؤں سے دیر تک ہم سب کو مستفید ہونے کی توفیق مرحمت فرمائیں، آمین۔

اسی طرح ہمارے بڑے بھائی، برادر بزرگوار حضرت اقدس مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری دامت برکاتہم العالیہ جو ہمارے لئے اب والد محترم کے درجہ میں ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کو صحت وعافیت کے ساتھ قائم ودائم رکھیں اور اُن کی شفقتوں اور عنایتوں سے دیر تک ہم کو مستفید ہونے کی توفیق مرحمت فرمائیں، آمین۔

بے قراری

حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے سانحۂ وفات کو کئی دن گذر چکے ہیں؛ لیکن آپ کے سایۂ شفقت سے محرومی کا تصور دل کو ایسا بے چین اور قلب ودماغ کو ایسا مضطر کئے ہوئے ہے، جس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا، ذہن پر ایسا بوجھ ہے جس کی تعبیر کے لئے جملے ساتھ نہیں دیتے۔ سچائی یہ ہے کہ زندگی میں ہم نے حضرت والد ماجد نور اللہ مرقدہٗ کی وہ قدر وخدمت نہیں کی، جس کے وہ مستحق تھے، آج رہ رہ کر اُن کی شفقتوں، عنایتوں اور اصلاح کا ایک ایک باب یاد آرہا ہے، اور آنکھوں سے بہنے والے اشکوں کو تھمنے نہیں دے رہا ہے، قدم قدم پر اُن کی کمی کا احساس ہوتا ہے، ہر وقت اُن کا خوب صورت چہرہ نگاہوں کے سامنے اور شفقت بھری گفتگو ذہن ودماغ کے اندر رہتی ہے۔

اَب کون ایسا ہوگا جو ہماری حرکات وسکنات اور احوال پر گہری نظر رکھنے والا ہو، اور کسی بھی معاملے میں ذرا بھی غلط روش اختیار کرنے پر روک ٹوک اور تنبیہ سے کام لینے والا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک حضرت والد ماجد نور اللہ مرقدہٗ کے سایۂ شفقت میں زندگی گذر رہی تھی، تو ہم بڑے بے فکر تھے، کوئی بھی بات پیش آتی تو حضرت والد صاحب علیہ الرحمہ کی جانب اُس کو محوّل کردیا جاتا، اور آپ ہی اس سلسلے میں فیصلہ فرماتے؛

لیکن آپ کے چلے جانے کے بعد اب محسوس ہو رہا ہے کہ والد کا سایہ، اُن کی دعائیں اور اُن کا وجود انسان کے لئے اللہ پاک کی کتنی بڑی نعمت ہوتی ہے؟ بہر حال ہم اللہ کے فیصلے پر راضی ہیں، انسان کے دنیا سے جانے کا جو وقت مقرر ہے اس میں کوئی تقدم و تأخر ممکن ہی نہیں، باری تعالیٰ ہم سب کو صبر و سکون عطا فرمائیں اور حضرت والد صاحب علیہ الرحمہ نے جو روشن نقوش چھوڑے ہیں، اُن پر عمل ہمارے لئے آسان فرمائیں، آمین۔

مخلص ترین اُستاذ و مربی

حضرت والد صاحب علیہ الرحمہ ہمارے لئے صرف ایک شفیق والد ہی نہیں؛ بلکہ مخلص ترین اُستاذ و مربی، سرپرست اور نگراں بھی تھے، اخیر تک اُن کے سامنے جواب دہ ہونا پڑتا تھا، تدریسی مجبوریوں کے باعث ان سے دور رہنے کے باوجود بھی وہ پورے طور پر احوال سے باخبر رہتے، اور ہر معاملے میں پورے طور پر ایسی نگرانی اور اس طرح معاونت و مساعدت فرماتے تھے کہ ہم ہر لحظہ اپنے کو اُن کے سامنے موجود پاتے، مزاج ایسا بنا دیا تھا کہ کوئی کام حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی مرضی اور منشاء کے خلاف کرنے کی جرأت و ہمت ہی نہیں تھی، کسی لمبے سفر پر جانا ہوتا یا کوئی اور معاملہ پیش ہوتا، جب تک والد صاحب کی طرف سے اِجازت نہ ہوتی، مجال نہیں تھی کہ ہم ایک قدم آگے بڑھالیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو تعلیمی، تدریسی، انتظامی، ملی اور سماجی خدمات کے حوالے سے جن خوبیوں، کمالات، صفات اور صلاحیتوں سے آراستہ فرمایا تھا، اس سے تو دنیا واقف اور معترف ہے، اور لوگ اپنے مضامین اور تعزیتی تحریروں میں اُن تمام چیزوں کا ذکر بھی کر رہے ہیں۔ اِس مختصر تحریر میں ہم اس تفصیل میں نہیں جائیں گے، ہمیں تو اس موقع پر حضرت والد صاحب علیہ الرحمہ کی بعض اُن نمایاں صفات کو ذکر کرنا ہے جو بہت ممتاز طریقے سے آپ کی زندگی کے اندر مشاہدے میں آتی تھیں۔

رجال سازی

رجال سازی، افراد سازی اور اپنے ماتحتوں کی تربیت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے جو صلاحیت اور کمال آپ کو عطا فرمایا تھا، وہ بہت کمی کے ساتھ لوگوں میں دیکھنے کو ملتا ہے، تمام تر مصروفیات کے باوجود آپ اپنے ماتحتوں کی ایسی نگرانی فرمایا کرتے تھے، اور ہر فرد پر آپ کا ایسا رعب رہتا تھا کہ مجال ہے کوئی غلط راستے پر چلنے کا اِرادہ بھی کرلے۔ ہم نے باضابطہ اگرچہ سالِ ہفتم میں مشکوٰۃ شریف (جزء ثالث)

آپ سے پڑھی ہے، اس سے پہلے کوئی کتاب آپ سے پڑھنے کا موقع نہیں ملا؛ لیکن حفظ کلام اللہ سے لے کر درجاتِ عربیہ کی تعلیم تک حضرت والد صاحب علیہ الرحمہ ہمہ وقت ہمارے سلسلے میں فکرمند رہا کرتے تھے، ہم نے قرآنِ کریم از اول تا آخر اُستاذ محترم حضرت قاری احسان الٰہی صاحب دامت برکاتہم (مقیم دیوبند) سے پڑھا ہے، ہمارے قاری صاحب کو حضرت والد صاحب علیہ الرحمہ کی طرف سے اِس بات کا پابند بنایا گیا تھا کہ آپ ایک رجسٹر تیار کریں اور اُس پر روزانہ کی کیفیت درج کیا کریں؛ چناں چہ جتنے بچے قاری صاحب کے پاس پڑھتے تھے، اُن میں ہر بچے کی کیفیت اور احوال روزانہ قاری صاحب تحریر فرمایا کرتے تھے۔ ہمارے بارے میں بھی لکھتے تھے کہ کہاں سے کہاں تک سبق ہوا؟ سبقاً پارہ کتنا ہوا؟ اور آموختہ کتنا ہوا؟ پھر حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ اُس رجسٹر کو دو یا تین دن میں یا جب موقع ملتا تھا؛ منگوا کر چیک کیا کرتے تھے، اس میں کوئی خامی دیکھتے تو تنبیہ فرماتے تھے، کام صحیح رہتا تھا تو دعائیں دیتے تھے، اور خوشی کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔

اسی طرح عربی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا، تو آپ کی طرف سے تاکید تھی کہ وقت پر مدرسہ جانا، پابندی سے اَسباق میں شریک ہونا اور امتحانات میں اعلیٰ نمبرات سے کامیابی حاصل کرنا؛ وہ چیزیں ہیں جنھیں تم کو اپنی ترجیحات کے اندر شامل کرنا ہے، تمھیں کھانے کے لئے اچھی سے اچھی چیزیں میسر ہوں گی، رہنے کے لئے سہولیات دی جائیں گی، اور تمہاری جائز خواہشات کو پورا کیا جائے گا؛ لیکن مذکورہ تین چیزوں کے اندر کوئی کمی نہ رہنی چاہیے۔

دوستی گانٹھنے کی ممانعت

حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو زمانۂ طالب علمی میں جس بات سے سب سے زیادہ ناگواری ہوا کرتی تھی وہ دوستی گانٹھنا اور دوست بنانا تھا، آپ اس بات کو برداشت نہیں کرتے تھے کہ طالب علمی کے زمانے میں ہماری کسی کے ساتھ دوستی ہو، آپ کی طرف سے یہ ہدایت تھی کہ وقت پر مدرسہ جاؤ، اور تعلیمی مصروفیات اور اسباق سے فارغ ہو کر سیدھے گھر واپس آؤ، نہ کسی ساتھی کے کمرے پر جانا ہے نہ دوستوں کے ساتھ مل جل کر بیٹھنا ہے، نہ کسی سے گپ شپ کرنی ہے، بس پڑھنے پڑھانے کی بات ہو، اور خالی وقت گھر کے اندر گذرے، اسباق کے تکرار و مراجعت کے لئے بعض خاص ساتھیوں کے درمیان جانے کی اجازت تھی، اگر کبھی راستے میں اپنے کسی ساتھی کے ساتھ دوستانہ ماحول میں چلتے ہوئے آپ ہمیں دیکھ لیا

کرتے تھے، تو ہماری خیر نہیں ہوتی تھی، گھر آتے ہی باز پرس ہوتی تھی کہ کس کے ساتھ جارہے تھے؟ کہاں جارہے تھے؟ کیا باتیں ہورہی تھیں؟ جواب دینا مشکل ہوجاتا تھا۔

حضرت والد صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی طرف سے اگر یہ نگرانی، سرپرستی اور تنبیہ نہ ہوتی، تو ہم جیسے لااُبالی پن کے شکار لوگ نہ جانے کس راستے پر چل پڑتے اور کیا کررہے ہوتے؟ اللہ رب العزت والجلال حضرت والد صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی قبر کو نور سے منور فرمائیں، اُن کے درجات کو بلند فرمائیں، آج قدم قدم پر اُن کی یہ شفقتیں اور عنایتیں یاد آتی ہیں۔

نماز میں سستی پر تنبیہ

اِسی طرح نماز میں سستی، غفلت ولاپرواہی اور نماز باجماعت کا اہتمام نہ کرنے پر بھی آپ سخت نالاں ہوتے اور ناراضگی کا اظہار فرماتے، آپ کی طرف سے ہمیں یہ تاکید تھی کہ پنجوقتہ نماز باجماعت مسجد کے اندر ادا ہونی چاہیے، طالب علمی کے ابتدائی زمانے میں ہی آپ نے ’’مسجد چھتہ‘‘ میں نماز پڑھانے کا مکلّف بنادیا تھا، اور حضرت والدہ ماجدہ مدظلہا سے فرماتے تھے کہ ’’میں نے عفان کو نماز پڑھانے کی ذمہ داری اِسی لئے دلوائی ہے؛ تاکہ وہ باجماعت نمازوں کی پابندی کرنے لگے، جماعت کا اہتمام اُس کی زندگی کے اندر آجائے‘‘۔ اللہ پاک حضرت کو اِس کا بہترین بدلہ اور جزاء رحمت فرمائیں، آمین۔

اُن کی یہ شفقتیں، توجہات، سرپرستی اور عنایات نہ ہوتیں تو نہ جانے آج ہم کہاں ہوتے؟

فجر کے بعد سونا

اسی طرح فجر کے بعد سونا یہ بھی حضرت والد صاحب کی نگاہ میں بہت بڑا جرم تصور کیا جاتا تھا، اُن کے یہاں اِس کی کوئی گنجائش نہیں تھی کہ گھر کا کوئی فرد نماز فجر کے بعد بستر پر دراز ہوجائے، اور نیند میں غرق ہو، ہر شخص اور ہر باشعور بچے کے لئے یہ لازمی تھا کہ وہ نماز کے بعد قرآنِ پاک کی تلاوت میں مشغول ہو۔ اور یہ حقیقت ہے کہ آدمی کسی دوسرے کو کسی اچھائی کا پابند اُسی وقت بنا سکتا ہے جب خود اُس کے اندر وہ صفت، وہ خوبی اور وہ اچھائی پائی جاتی ہو۔ خود حضرت والد صاحب نوراللہ مرقدہٗ کا تو یہ مزاج تھا کہ رات میں چاہے دیر سے سونا ہو؛ لیکن نماز فجر کے بعد سونے کا کوئی معمول نہیں تھا۔ آپ عشاء کی نماز سے فارغ ہوکر کھانا تناول فرماتے، پھر اس کے فوراً بعد سو جاتے، اور پھر پوری رات مسلسل سونے کی عادت بھی آپ

کی نہیں تھی، اکثر وبیشتر کمرے کی لائٹ بھی جلی رہتی، دو ڈھائی گھنٹے سوئے اُس کے بعد اُٹھ گئے، پھر تلاوت، مطالعہ، یاذکرواذکار میں مشغول ہو گئے، اُس کے بعد پھر جی چاہا تو آرام فرمایا اور سو گئے، پھر رات کے آخری پہر میں اُٹھنا تو آپ کی عادت تھی۔ نماز تہجد کی پابندی آپ کی زندگی میں اسی طرح تھی جس طرح پنجوقتہ فرائض کی پابندی کا آپ اہتمام فرماتے تھے۔ ہم نے جب سے شعور کی آنکھیں کھولیں تو اپنے محترم والدین کو نماز تہجد کی پابندی کرتے ہوئے پایا۔ حضرت والد صاحب علیہ الرحمہ فجر کی نماز سے پہلے معمول کے مطابق خود چائے بنا کر نوش فرماتے تھے، اور نماز فجر کے بعد مختصر ناشتہ کیا کرتے تھے، اُس کے بعد مطالعہ اور درس کی تیاری میں مشغول ہو جاتے، پھر بروقت مدرسہ تشریف لے جاتے۔

رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک

اسی طریقے سے آپ کی زندگی کا ایک نمایاں وصف صلہ رحمی اعزاء واقرباء اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور بہترین برتاؤ تھا، ہمارا دادھیالی خاندان جو منصور پور، خانجہاں پور، حسین آباد، رتھیڑی، سیکری اور دیگر جگہوں پر آباد ہے، وہاں کوئی بھی تقریب حضرت والد صاحبؒ کی شرکت کے بغیر ادھوری رہا کرتی تھی، کوئی بیمار ہوتا تو مزاج پرسی کے لئے تشریف لے جاتے، کوئی دنیا سے رخصت ہو جاتا تو نماز جنازہ کے لئے تشریف لے جاتے، تعزیت کے لئے جاتے، شادی ہوتی تو نکاح کے لئے جانا ہوتا، آپ کی اس صلہ رحمی کی وجہ سے خاندان کے چھوٹے بڑے افراد کے دل کی گہرائیوں میں آپ نے جو مقام پایا تھا، وہ کسی دوسرے کو بآسانی میسر نہیں ہوسکتا، آپ اپنی مصروفیات میں سے وقت نکالا کرتے تھے، ہر طرح کے معاملات میں آپ کو فیصل بنایا جاتا، اور آپ کی بات کو اوپر رکھا جاتا، آپ کے مشوروں کو قبول کیا جاتا، اور آپ کی رہنمائی کے مطابق لوگ اپنی زندگی کا لائحۂ عمل متعین کرتے۔

دل داری اور وضع داری

اسی طریقے سے دل داری، وضع داری اور کسی دوسرے کو تکلیف نہ پہنچانے کا جذبہ؛ یہ وہ صفت ہے جو کوٹ کوٹ کر حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے اندر بھری ہوئی دکھائی دیتی تھی۔

ایک مرتبہ کسی سفر سے واپسی پر منصور پور تشریف لے گئے، رات کافی گذر چکی تھی، ڈھائی تین بج رہے تھے، آپ گھر کے باہر گاڑی ہی میں تشریف فرما رہے، اُس مکان میں جہاں آپ کے بھتیجے اور دیگر اہل

خانہ موجود تھے، اندر تشریف نہیں لے گئے، ڈرائیور صاحب نے کہا کہ حضرت میں فون کردیتا ہوں، ابھی کافی وقت ہے، آپ گھر تشریف لے جائیے، آرام فرمالیجئے، فرمایا کہ نہیں یہ بے وقت ہے، ابھی سب سو رہے ہوں گے، اِس وقت اُٹھائیں گے تو نیند میں خلل پیدا ہوگا، اِس لئے ابھی گاڑی ہی میں بیٹھتے ہیں؛ چناں چہ گاڑی میں بیٹھے رہے، کتابوں کا مطالعہ کرتے رہے، جب فجر کا وقت ہوا اور یہ محسوس ہوا کہ اب لوگ اُٹھ گئے ہوں گے، تب حضرت والا گھر تشریف لے گئے، ضروریات سے فارغ ہوئے اور پھر مسجد میں نماز فجر کی ادائیگی کے لئے تشریف لے گئے۔ ذرا تصور کیجئے! اپنے گھر میں جانے کے لئے آدمی اس طرح کے جذبات کا اظہار کرے اور یہ احساس اس کے دل کے اندر ہو کہ میرے عمل سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، یہ کس درجہ کمال کی چیز ہے؟

وضع داری اور دل داری کا تو یہ عالم تھا کہ معمولی معمولی لوگ بھی محبت کے ساتھ آپ کو مدعو فرمایا کرتے تو اُن کے گھر تشریف لے جاتے، وقت دیتے، خوش طبعی اور کشادہ قلبی کے ساتھ اُن سے گفتگو فرماتے، حد درجہ اپنائیت کا اُن کے ساتھ مظاہرہ فرماتے، کسی جگہ کسی پروگرام میں تشریف لے گئے، اصل پروگرام ایک ہے؛ لیکن ضمنی طور پر دسیوں جگہ آپ صرف لوگوں کی خاطر داری اور دل رکھنے کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں۔ یہ وہ صفت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے عشق ومحبت کے نتیجے میں آپ کی زندگی کے اندر دکھائی دیتی تھی۔

اکرامِ ضیف

مہمان نوازی کا تو یہ عالم تھا کہ کوئی صاحب مقامی یا بیرونی آپ سے ملاقات کے لئے آئیں اور آپ ''ماحضر'' سے اُن کی ضیافت نہ کریں، ایسا نہیں ہوسکتا تھا، چائے اور ناشتہ تو ضروری تھا، بیرونی حضرات ہوتے اور آنے سے پہلے اطلاع بھی دے دیتے تو باقاعدہ کھانے کا اہتمام کے ساتھ نظم فرماتے، پھر اُن کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے، روٹیاں اپنے پاس رکھتے اور بوقت ضرورت سب کو روٹیاں دیتے رہتے۔ اگر ہم میں سے کوئی گھر پر موجود ہوتا، تو کھانا لانے لے جانے اور مہمانوں کے پاس بیٹھنے کی تاکید ہوتی، اگر کبھی بروقت موجود کسی اور صاحب کے ذریعہ کھانا بھجوادیا گیا اور ہم مہمانوں کے پاس نہ جاسکے، تو والد صاحبؒ ناراض ہوجاتے تھے، اور ڈانٹتے تھے کہ ''بڑے لاڈ صاحب بن گئے ہیں، دماغ میں خناس ہے، ہر کام کے لئے انہیں خادم چاہئے، گھر پر مہمان آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، اور اِن کو جاکر

ملنے کی توفیق بھی نہیں ہوتی''۔ اِس ناراضگی کا اثر یہ تھا کہ مہمانوں کی ضیافت کے لئے گھر کا ہر فرد ہمہ وقت پوری بشاشت کے ساتھ تیار رہتا تھا اور آئندہ بھی رہے گا، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

بچوں اور پالتو جانوروں کے ساتھ شفقت

گھر اور خاندان کے چھوٹے بچوں کے ساتھ آپ کا رویہ بڑا ہی مشفقانہ اور محبت بھرا تھا، بچوں کے ساتھ ہنسی، دل لگی کرنا، اُن کو چھیڑنا، مانوس کرنا، گود میں لینا، ہدایا اور تحائف دینا آپ کا مزاج تھا، بچوں کے درمیان بیٹھ کر ہی آپ کو کھلکھلا کر ہنستے ہوئے دیکھا گیا، ورنہ بڑوں کی مجلسوں میں تبسم ہی پر اکتفاء فرماتے تھے۔

گھر میں پلے ہوئے جانور بھی آپ سے حد درجہ مانوس رہتے تھے، سالہا سال تک ''مینا'' اور پہاڑی طوطے ہمارے یہاں رہے، اُن میں سے ایک طوطا متعدد مرتبہ اپنی چونچ سے مختلف لوگوں کو زخمی کر چکا تھا؛ لیکن حضرت والد صاحبؒ سے اُس کو ایسی اُنسیت تھی کہ آپ پنجرے میں ہاتھ ڈال کر طوطے کے اُوپر ہاتھ پھیرتے تو بالکل پرسکون اور ساکت ہو کر بیٹھا رہتا؛ یہاں تک کہ آپ پنجرے سے باہر بھی نکال لیتے تو بالکل بھاگنے کی کوشش نہیں کرتا تھا، گھر کے کسی دوسرے فرد کی یہ ہمت بھی نہیں تھی کہ وہ پنجرے کے اُوپر ہی ہاتھ رکھ دے؛ کیوں کہ وہ اندر ہی سے چونچ مارتا تھا؛ لیکن حضرت والد صاحبؒ صبح وشام کچھ وقت باقاعدہ اس کے لئے نکالتے تھے، اِس لئے وہ بھی بہت مانوس ہوگیا تھا۔ اسی طرح گھر میں آنے جانے والی بلیوں سے بھی آپ کو خاص لگاؤ تھا، اُن کے لئے باقاعدہ ''گوشت'' منگواتے، پلیٹ میں دودھ بھی اُن کے سامنے رکھتے، وہ بلیاں بھی ایسی مانوس ہوگئی تھیں کہ آپ مدرسہ سے گھر تشریف لاتے تو وہ سیڑھیوں پر منتظر ہوتیں اور آپ کو دیکھ کر بولنا اور آپ کے ساتھ چلنا شروع کر دیتیں؛ یہاں تک کہ آپ کے ساتھ گھر میں داخل ہو جاتیں، تو جو کچھ ہوتا اُن کے سامنے ڈال دیا جاتا۔

آج آپ کی فرقت وجدائیگی کا احساس ہم ہی نہیں؛ یہ بے زبان جانور بھی کر رہے ہیں۔

مجلس آرائی سے اجتناب

علماء کے طبقے میں عام طور پر عصر کے بعد کا وقت فارغ ہوتا ہے، جس میں چائے نوشی، احباب کے ساتھ نشست یا گھر سے باہر کے ضروری کام انجام دئے جاتے ہیں؛ لیکن ہم نے حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو عصر کے بعد بھی کبھی فارغ محسوس نہیں کیا، کوئی ملاقات کے لئے آتا تو کچھ دیر کے لئے ضرور

باہر تشریف لاتے؛ لیکن مستقل طور پر آپ کا باہر بیٹھنے کا کبھی معمول نہیں رہا، عصر کے بعد بھی گھر میں رہتے اور مطالعہ کتب یا دوسرے کاموں میں مصروف دکھائی دیتے، کبھی کسی کے ساتھ آپ کو بے تکلف نہیں دیکھا گیا، اور نہ ہی آپ کی زبان سے کسی کی غیبت اور برائی سنی گئی، بلاضرورت گفتگو یا وقت گذاری کے لئے کسی کے پاس بیٹھنا یہ آپ کی سرشت میں داخل ہی نہ تھا۔

فکرِ آخرت

تمام تر لیاقت وصلاحیت، کمالات اور خوبیوں کے باوجود تواضع، انکساری اور سادہ مزاجی غیر معمولی طور پر آپ کی زندگی کے اندر پائی جاتی تھی۔ دنیا کی زیب وزینت، چمک دمک یہ وہ چیزیں تھیں جن کی طرف آپ کے قلب کا میلان ہوتا ہی نہیں تھا، آخرت کی فکر ہمہ وقت آپ کو دامن گیر رہا کرتی تھی۔

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ طیبہ کے خاص طور پر فکرِ آخرت کے پہلو کو آپ اپنی گفتگو اور بیانات میں ذکر فرمایا کرتے تھے۔ مرادآباد میں سیرتِ طیبہ کے عنوان پر سلسلہ وار پروگرام حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصورپوری دامت برکاتہم کی زیر نگرانی ہوتے چلے آرہے ہیں۔ محلّہ کسرول کی مسجد ابراہیمی میں اس سلسلے کا جب پہلا پروگرام طے ہوا اور اس میں سیرتِ طیبہ کے مختلف عناوین طے کئے جارہے تھے، تو حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اس گنہگار سے فرمایا تھا کہ تم سیرتِ طیبہ اور فکر آخرت کے عنوان پر مواد جمع کرو، اور اسی موضوع پر تمہیں گفتگو کرنی ہے، جب مواد تیار ہوگیا، حضرت کے سامنے پیش کیا، تو آپ نے اُس کی اصلاح فرمائی اور پھر اُسی کے مطابق بیان کیا گیا، بہرحال فکرِ آخرت کا جو پہلو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت سے نمایاں ہوتا تھا، حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اُس کا عکس اپنی زندگی کے اندر اُتار لیا تھا، اور جب آپ کے احوال، کیفیات، علمی انہماک اور آپ کی مصروفیات پر نگاہ ڈالی جاتی ہے، تو اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اپنے آپ کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت وسنت کے رنگ میں پورے طور پر رنگنے کے لئے کوشاں اور فکر مند رہا کرتے تھے۔

تحفظ ختم نبوت کے حوالے سے آپ کی جو خدمات ہیں، اِس موضوع سے آپ کو جو جذباتی لگاؤ وتعلق تھا، اور اس موضوع پر جس شرح صدر کے ساتھ آپ گفتگو فرمایا کرتے تھے، وہ بھی درحقیقت نبی اکرم علیہ السلام سے عشق وعقیدت اور محبت کا مظہر ہے۔ باری تعالیٰ ہمیں بھی اس محبت کا کچھ حصہ نصیب فرمائے، اور جو نقوش حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے ہمارے لئے چھوڑے ہیں، اُن پر عمل ہم سب کے لئے آسان فرمائے۔

حب نبی ﷺ

پچھلے کئی سالوں سے رمضان المبارک میں آپ حرمین شریفین کے سفر پر تشریف لے جاتے تھے، زیادہ وقت قیام مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوتا تھا، درمیان میں عمرے کے لئے تین چار دن قیام کے اِرادے سے مکہ مکرمہ تشریف لے جاتے تھے، دونوں جگہ اکثر وقت حرم میں گذرتا تھا، آپ بڑے اطمینان سے اَرکانِ عمرہ پیدل ہی اَدا فرمایا کرتے تھے، اور کسی طرح کی عجلت کا مظاہرہ نہیں فرماتے تھے، چاہے عمرے میں پورا دن ہی کیوں نہ لگ جائے۔ مدینہ منورہ میں بھی عام طور پر نماز ظہر کے لئے مسجد نبوی تشریف لے جاتے، تو پھر تراویح سے فراغت کے بعد ہی قیام گاہ واپسی ہوتی، درمیان میں اگر آرام کی ضرورت محسوس فرماتے تو مسجد ہی کے کسی خالی حصے میں کچھ دیر کے لئے لیٹ جاتے، یکسوئی کے ساتھ اکثر اَوقات میں تلاوت کلام اللہ، درود پاک اور دیگر اَوراد ووَظائف میں مصروف رہتے، ملاقاتوں سے حتی الامکان وہاں گریز فرماتے، اور مناسب وقت کا خیال کرتے ہوئے روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے لئے تنہا ہی جانے کی کوشش فرماتے، اور جتنی دیر موقع ملتا ''مواجہہ شریف'' میں کھڑے ہوکر بے انتہاء عقیدت ومحبت اور احترام وعظمت کے جذبات کے ساتھ نذرانہ درود وسلام پیش فرماتے۔

چند مہینے پہلے آپ کے پاس مدینہ منورہ سے ایک صاحب کا فون آیا، اُنہوں نے بتایا کہ میں مسجد نبوی میں ہوں اور ''مواجہہ شریف'' کے قریب جارہا ہوں، آپ اپنے مطالعہ کے کمرے میں اکیلے تشریف فرما تھے، جب وہ قریب پہنچ گئے تو آپ نے اُن سے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کی درخواست کی، پھر دیر تک بڑی عقیدت واحترام کے ساتھ درود وسلام کے کلمات پڑھتے رہے؛ یہاں تک کہ رقت طاری ہوگئی اور آب دیدہ ہوگئے۔

اِخفائے حال

اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو نمایاں صفات عطا فرمائی تھیں، اُن میں ایک اہم صفت اخفائے حال تھی، آپ اپنے آپ کو بالکل مخفی اور پوشیدہ رکھنے کے عادی تھے، سرد وگرم ہر طرح کے حالات کو خاموشی کے ساتھ جذبہ صبر وشکر کا اظہار کرتے ہوئے جھیل جاتے تھے، آپ کا خاندانی پیشہ کاشتکاری تھا، اور آج بھی ہے؛ لیکن مالی اعتبار سے کبھی بھی بہت فراوانی نہیں رہی؛ بلکہ ابتداء میں عسرت کے دور سے بھی گذرے،

اور پھر بقدر ضرورت ہی آمدنی رہی، اور اس کے مطابق کفایت شعاری سے خرچ چلاتے رہے؛ لیکن کبھی زبان پر نہ حرفِ شکایت آیا اور نہ اپنا حال کسی پر ظاہر ہونے دیا؛ بلکہ بڑی خوش اُسلوبی کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے جانب منزل رواں دواں رہے۔

حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ اعلیٰ درجے کے متقی، اللہ کے ولی، شب زندہ دار اور صاحب نسبت بزرگ تھے؛ لیکن اس کے باوجود آپ نے اپنے آپ کو ہمیشہ مخفی اور پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی، اصرار کے باوجود بھی عامۃً لوگوں کو بیعت نہیں فرماتے تھے، بلکہ دیگر اکابر بزرگانِ دین کی جانب رہنمائی فرمادیا کرتے تھے؛ ہاں اگر دور دراز کے دیہات میں جانا ہوتا اور وہاں لوگ اصرار کرتے تو آپ بیعت بھی فرمالیا کرتے تھے؛ لیکن عام طور پر ایسا ہوتا کہ لوگ آپ سے بیعت کی درخواست کرتے تو دوسروں کی جانب اُن کی رہنمائی فرماتے تھے۔

اِس عاجز کو بھی حضرت فدائے ملت نور اللہ مرقدہٗ نے ابتدائی اَسباق کی تلقین کے کچھ عرصے بعد پاس اَنفاس کا طریقہ سیکھنے کے لئے حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے رجوع کا حکم دیا، احقر نے والد صاحبؒ سے تحریری طور پر درخواست کی، آپ نے اپنی عادت کے مطابق احوال تو معلوم کئے؛ لیکن آگے سبق کچھ نہیں دیا؛ بلکہ اپنے ساتھ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے خلیفہ حضرت مولانا سید محمود حسن صاحب پٹھیڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گئے اور اُن کو تفصیل بتائی، اور آگے کے لئے اُن سے رہنمائی کرنے کی درخواست کی۔

یہ وصف بھی ایسا تھا جو عمومی طور سے دیکھنے کو نہیں ملتا، اللہ تعالیٰ جس کے دل کی دنیا کو آباد فرماتے ہیں اور جس کو اپنا خاص قرب وتعلق نصیب فرماتے ہیں اور جو اپنے آپ کو مٹانے کا جذبہ اللہ کی رضا کے لئے رکھتا ہے، اُسی کے اندر اِس طرح کی صفات نمایاں طور پر دیکھنے کو ملتی ہیں۔

اللہ رب العزت والجلال ہمیں بھی ان صفات کو اپنانے اور اُن سے سبق لینے کی توفیق نصیب فرمائیں، اور حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی باری تعالیٰ مغفرت فرمائیں، اُن کی قبر کو نور سے منور فرمائیں، درجات کو بلند سے بلند تر فرمائیں، اور ہمارے جو اکابر، مشائخ، بزرگانِ دین، خاندان کے بڑے بقید حیات ہیں، اللہ تعالیٰ صحت وعافیت کے ساتھ اُن کے سایہ کو دراز فرمائیں، آمین۔

منظوم خراجِ عقیدت:

محوِ حیرت ہیں سراپا عندیہ کیسے لکھیں؟

(مرثیہ بروفات: اَمیر الہند حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری نور اللہ مرقدہٗ)

ازقلم: (مفتی) اسرار احمد دانشؔ نجیب آبادی

اِک مکمل فلسفہ اِک نظریہ کیسے لکھیں ❖ محوِ حیرت ہیں سراپا عندیہ کیسے لکھیں

اُف کہ اِک فکر و نظر کا تجزیہ کیسے لکھیں ❖ اِک جہانِ علم کا جغرافیہ کیسے لکھیں

عقل ہے ماؤف، دل سکتہ میں، لرزہ ہاتھ میں ❖ مرثیہ بہر سکون و تسلیہ کیسے لکھیں

سُن کے آتا ہے کلیجہ منہ کو، ایسا حادثہ ❖ کس طرح کھولیں زباں، وہ داہیہ کیسے لکھیں

زندگانی جس کی تھی اِنسانیت کا اِک متن ❖ اُس کتابِ زندگی پر حاشیہ کیسے لکھیں

تھی بہت خوش خط کتاب زندگی کی ہر سطر ❖ کیا اُسے عنوان دیں اور تہدیہ کیسے لکھیں

ہو محلّٰی بالفضائل فطرۃً جس کا وجود ❖ اُس کا حالِ تجلیہ اور تزکیہ کیسے لکھیں

جس پہ نازاں ہو تقدس اور فدا پاکیزگی ❖ اُس سراپائے قدس کا مرثیہ کیسے لکھیں

کھینچ لائیں حسن کی تصویر، ہے ممکن مگر ❖ حسن کا جو ناز تھا وہ زاویہ کیسے لکھیں

خلوتوں کا حال ممکن ہی نہیں لکھیں، مگر ❖ جلوتیں بھی اُس کی رشکِ تخلیہ کیسے لکھیں

ہوگئی تاریک محفل، دم بخود ہیں اہلِ دل ❖ آہ! اَب ہم کیف کا دورانیہ کیسے لکھیں

ملتِ ہندیہ پر پھر آج ٹوٹا ہے پہاڑ ❖ کس کو دیں آواز ہم یہ اَلمیہ کیسے لکھیں

صدرِ جمعیۃ اَمیر الہند رخصت ہوگیا ❖ آہ! حالِ ملتِ اسلامیہ کیسے لکھیں

اُن کی نسبت کا شرف دانشؔ ہمیں بھی ہوگیا

اِس عطا پر اپنے رب کا شکریہ کیسے لکھیں

❍❖❍

دیر تک روئے گی دنیا حضرتِ عثمانؒ کو

منظوم تعزیت نامہ بر سانحۂ اِرتحال

اُستاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری نور اللہ مرقدہٗ

ازقلم: مفتی حفیظ اللہ حفیظؔ قاسمی بستوی ناظم تعلیمات جامعہ سراج العلوم بھیونڈی و ناظم تنظیم جمعیۃ علماء مہاراشٹر

نازشِ اُم المدارس، فخرِ ہندوستان کو ❖ دیر تک روئے گی دنیا حضرتِ عثمانؒ کو

صدرِ جمعیۃ اَمیر الہند، نائب مہتمم ❖ جس کی اِک نظرِ عنایت سے تھی آسان ہر مہم

کھولتا تھا جو رموزِ سنت و قرآن کو ❖ دیر تک روئے گی دنیا حضرتِ عثمانؒ کو

باعثِ رشکِ بہاراں بن گیا جس کا قدوم ❖ جس سے مہکا گلشنِ علم و اَدب دارالعلوم

موڑتا تھا بادِ صرصر کے ہر اِک طوفان کو ❖ دیر تک روئے گی دنیا حضرتِ عثمانؒ کو

نغمہ ختمِ نبوت روز و شب گاتا رہا ❖ تابِ عشقِ مصطفیٰ سے دل کو گرماتا رہا

توڑ دیتا تھا یہ حق، باطل کے ہر اَرمان کو ❖ دیر تک روئے گی دنیا حضرتِ عثمانؒ کو

پیرِ دانائے طریقت عالمِ نحریر تھا ❖ ملتِ بیضاء کے خوابوں کی حسیں تعبیر تھا

ناز تھا بازی گرانِ ساغر و سندان کو ❖ دیر تک روئے گی دنیا حضرتِ عثمانؒ کو

تابشِ عثماںؒ سے با رونق تھا دارالاہتمام ❖ خوب دیدہ زیب تھا دارالمطالعہ کا نظام

آؤ روئیں عندلیبِ زیبِ چمنستان کو ❖ دیر تک روئے گی دنیا حضرتِ عثمانؒ کو

بانکپن اس کا رہا کرتا تھا رشکِ انجمن ❖ سرنگوں آ کر جہاں ہوتے تھے سارے پیل تن

یاد رکھے گا زمانہ ہیبتِ ذیشان کو ❖ دیر تک روئے گی دنیا حضرتِ عثمانؒ کو

مدتوں آئے گی دامادِ حسینؒ احمدؒ کی یاد ❖ غم زدہ نظرِ عنایت پا کے ہو جاتے تھے شاد

زخم خوردہ دل نہیں بھولیں گے اس احسان کو ❖ دیر تک روئے گی دنیا حضرتِ عثمانؒ کو

طرزِ تدریس وخطابت بھی رہا ضرب المثل ❖ اُس کی سحر انگیز تحریریں رہیں بس بے بدل
ہائے ہم نے کھو دیا کس پرکشش عنوان کو ❖ دیر تک روئے گی دنیا حضرتِ عثمانؒ کو
تشنگانِ علم پر ٹوٹا ہے پھر غم کا پہاڑ ❖ رو برو پھر آگئی اَب جہل کی مضبوط آڑ
کون روکے گا خوش اُسلوبی سے اس عدوان کو ❖ دیر تک روئے گی دنیا حضرتِ عثمانؒ کو
ڈھونڈتے پھرتے ہیں اُس کو عندلیبانِ چمن ❖ مادرِ علمی کے سارے تشنگانِ فکر و فن
کون محفل میں بکھیرے گا حسیں مسکان کو ❖ دیر تک روئے گی دنیا حضرتِ عثمانؒ کو
آہ! سرتاجِ امارت آہ! صدرِ جمعیۃ ❖ واقف اسرارِ تعلیم و رموزِ تربیت
چاند سورج کر گیا سلمانؒ اور عفانؒ کو ❖ دیر تک روئے گی دنیا حضرتِ عثمانؒ کو
کھو کے صدر جمعیۃ رو رہے محمودؒ ہیں ❖ سلسلے رنج و الم کے گھر میں لا محدود ہیں
خانوادہ رو رہا ہے نیک دل انسان کو ❖ دیر تک روئے گی دنیا حضرتِ عثمانؒ کو
سید ارشدؒ صدر جمعیۃ بھی ہیں آشفتہ حال ❖ مرگِ بہنوئی، بہن کی بیوگی کا ہے ملال
آرزوئیں ڈھونڈتی ہیں جنتی مہمان کو ❖ دیر تک روئے گی دنیا حضرتِ عثمانؒ کو
جس کی فہمائش سے حاصل تھا محبت کا شعور ❖ غم زدہ ہے کھو کے اُس کو سر بسر منصور پور
رو پڑے سب مرد و زن اس شیخ عالی شان کو ❖ دیر تک روئے گی دنیا حضرتِ عثمانؒ کو
اے خدا! اُم المدارسؒ کو ملے نعم البدل ❖ زلزلوں کی زد میں ہے کاخِ تقدس آج کل
تو ہی بس آباد کرسکتا ہے ہر ویران کو ❖ دیر تک روئے گی دنیا حضرتِ عثمانؒ کو
اے حفیظؔ اِک التجا ہے ہر دلِ غمگین میں ❖ بھیج دے عثمانؒ کو رب اعلیٰ علیین میں

فضل سے اپنے سکوں دے دے ہر اِک حیران کو
دیر تک روئے گی دنیا حضرتِ عثمانؒ کو

چھوڑ کر گلشن کو روتا، شاہِ عظمت چل دیا

منظوم اظہار تعزیت بر وفات حسرت آیات

اَمیر الہند، اُستاذ العلماء حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب نور اللہ مرقدہٗ

اُستاذ حدیث و معاون مہتمم دار العلوم دیوبند، صدر جمعیۃ علماء ہند

نتیجہ فکر: (مفتی) سید حسن ذیشان قادری رائے چور

دو چمن کا نیک مالی، شانِ شفقت چل دیا
چھوڑ کر گلشن کو روتا، شاہِ عظمت چل دیا

تو زمانے میں، مثالِ حلم و اُلفت بے نظیر ❖ خدمتِ جمعیتِ علماء ہے تیری ملک گیر
تھی دیانت تیری عالی، تو امارتؔ کا امیر ❖ کون ہے؟ ہوتا نہیں جو تیری سطوت کا اسیر

دو چمن کا نیک مالی، شانِ شفقت چل دیا
چھوڑ کر گلشن کو روتا، شاہِ عظمت چل دیا

بزمِ قاسمؒ میں نمایاں تھا تیرا علمی مقام ❖ تو مؤطاؔ کا محدث، فیضِ مشکوٰۃؔ تمام
عظمتِ کاشانۂ ملت کا، تھا تجھ سے قیام ❖ دیوبندؔ کی جستجو میں، تھا مثالی اہتمام

دو چمن کا نیک مالی، شانِ شفقت چل دیا
چھوڑ کر گلشن کو روتا، شاہِ عظمت چل دیا

نقش تیرا خوب تر تھا خلق تیرے لا جواب ❖ یادِ مولیٰ جس سے آئے، حسن تیرا ماہتاب
تو امیر الہندؔ تھا، اور المباحثؔ کا عقاب ❖ صدق میں تھا نیک خو، اور عدل میں روشن کتاب

دو چمن کا نیک مالی، شانِ شفقت چل دیا
چھوڑ کر گلشن کو روتا، شاہِ عظمت چل دیا

تربیت تیری مؤثر، گفتگو تیری عجیب ❖ تو عزیمت میں مؤفق، نسبتوں کا تو نجیب
تو سلیم القلب تھا، قاسمؒ کے حجرے کا نقیب ❖ گوشۂ خلوت کا ذاکر، رہبرِ دینِ حبیب ﷺ

دو چمن کا نیک مالی، شانِ شفقت چل دیا
چھوڑ کر گلشن کو روتا، شاہِ عظمت چل دیا

تو اَسالیبِ اَدب کا اِک اَدیبِ باکمال ❖ قاطعِ مرزائیت تھا، تھا محدث بے مثال
خوب تھی پوشاک تیری، حلم میں تھا کچھ جلال ❖ مسکراتا ایک چہرہ، دلربا تیرا جمال

دو چمن کا نیک مالی، شانِ شفقت چل دیا
چھوڑ کر گلشن کو روتا، شاہِ عظمت چل دیا

فضل سے اللہ کے، کنبہ تیرا فیضان ہے ❖ ذرے ذرے میں جہاں، پر علم ہے قرآن ہے
تیرے ورثے میں کوئی، سلمان ہے عفان ہے ❖ اِن مآثر کا مدبر، قاریٔ عثمانؒ ہے

دو چمن کا نیک مالی، شانِ شفقت چل دیا
چھوڑ کر گلشن کو روتا، شاہِ عظمت چل دیا

آج قاسم کا چمن، خاموش ہے دارالعلوم ❖ ٹوٹتے جاتے ہیں اس سے، روز ہاں علمی نجوم
آپ سے تھی میکدے میں روز اِک رندوں کی دھوم ❖ آپ کے جانے سے نالاں ہے دارالعلوم

دو چمن کا نیک مالی، شانِ شفقت چل دیا
چھوڑ کر گلشن کو روتا، شاہِ عظمت چل دیا

رحمتیں رحمان کی ہوں، تیرے مرقد پر سدا ❖ تا حشر پھیلائی جائے، تجھ پہ رحمت کی ردا
روزِ محشر تجھ کو آئے، خلد کی صالح ندا ❖ یہ دعا ذیشان کی ہے، سن لے مالک اے خدا

دو چمن کا نیک مالی، شانِ شفقت چل دیا
چھوڑ کر گلشن کو روتا، شاہِ عظمت چل دیا

بیاد: حضرت قاری محمد عثمان صاحب منصور پوریؒ

محمد زبیر الہندی

جو رخِ چمن کا نکھار تھا، وہ کہاں گیا، اُسے ڈھونڈلا
وہ جو روحِ رنگ بہار تھا، وہ کہاں گیا، اُسے ڈھونڈلا

جہاں رفعتوں کو بھی ناز ہو، وہ مقام اُس کا نصیب تھا
وہ جو اختروں میں شمار تھا، وہ کہاں گیا، اُسے ڈھونڈلا

اے نگار صبح چمن ذرا وہ سخن شناس و عطا شعار
جو سراپا مثل بہار تھا، وہ کہاں گیا، اُسے ڈھونڈلا

جو خزاں راتوں میں بھی اے ثمر تھا سفیرِ بزم جنوں یہاں
جو وبا میں وجہ قرار تھا، وہ کہاں گیا، اُسے ڈھونڈلا

مری چشم تر یہ ظروفِ غم، سو نچوڑنے ہیں، مگر ابھی
جو قرارِ قلبِ نزار تھا، وہ کہاں گیا، اُسے ڈھونڈلا

ہیں اُسی کے دم سے یہ رونقیں جو حریم جاں سے ہیں منسلک
وہ جو روشنی کا منار تھا، وہ کہاں گیا؟ اُسے ڈھونڈ لا

تھے طیور جس پہ غزل سرا وہی آج نذرِ خزاں ہوا
وہ جو سایہ دار چنار تھا، وہ کہاں گیا؟ اُسے ڈھونڈلا

میں تو خوار اہل نظر میں ہوں، مجھے چھوڑ دے مرے حال پر
وہ جو اہل دل کی پکار تھا، وہ کہاں گیا؟ اُسے ڈھونڈلا

لوحِ وصال دقیقہ فہم اَمیر الہند قاری محمد عثمانؒ

۱۴۴۲ھ

از: مفتی محمد شاکر نثار مدنی قاسمی اُستاذ حدیث وفقہ مدرسہ اِسلامیہ عربیہ بیت العلوم سرائے میر اعظم گڈھ

نحمده الشكور الحميد ونصلي على النبي الكريم

۱۴۴۲ھ

أعوذ بالله الودود الشهيد من الشيطان الرجيم

۲۰۲۱ء

بسم الله المتين العزيز الرحمن الرحيم

۱۴۴۲ھ

قال الحي العليم:
أولئک أصحاب الجنة هم فيها خالدون

۱۴۴۲ھ

قال البديع المعيد: أدخلوا الجنة لا خوف عليكم

۲۰۲۱ء

قال المبدئ المعز: سلام عليكم بما صبرتم

۱۴۴۲ھ

قال الخالق السلام: كل من عليها فان

۱۴۴۲ھ

قال الحبيب المصدق عليه الصلاة والسلام:
تحفة المؤمن الموت

۲۰۲۱ء

غفر له الواحد الولي

۱۴۴۲ھ

نوَّر مرقده الستار الجامع

۱۴۴۲ھ

مرقد قمر زماں قاری سید محمد عثمانؒ

۲۰۲۱ء

آہ اشرف زماں قاطع قادیانیت

۱۴۴۲ھ

مرقد یادگار اسلاف مرد عادل امیر الہند

۱۴۴۲ھ

صدر جمعیۃ علماء ہند ومعاون مہتمم ملجأ اہل اسلام دار العلوم دیوبند

۲۰۲۱ء

معدن کرم صدر جمعیت علماء ہند

۱۴۴۲ھ

آہ عالی وقار صدر جمعیت علماء ہند

۱۴۴۲ھ

شمع جمال قاری سید محمد عثمان علیہ الرحمہ

۲۰۲۱ء

محدث ناطق از ہر ہند دار العلوم دیوبند

۱۴۴۲ھ

آہ! معدن گوہر اُستاذ دار العلوم دیوبند

۲۰۲۱ء

آہ! اہل فہم رکن رکین جمعیت علماء ہند

۱۴۴۲ھ

آہ! قبلۂ علم اُستاذ گرامی قدر

۲۰۲۱ء

عالی نسب عثمان ذوالقمرین

۲۰۲۱ء

عالم مصنف اُستاذ دار العلوم دیوبند

۲۰۲۱ء

عالی مقام معاون مہتمم دار العلوم دیوبند

۱۴۴۲ھ

اَشعار

چراغ محافل ولادت ہے تیری
۱۳۶۳ھ

[ہاتف غیب بولا وہ خوش خوش گئے
ہاتف رشد از شاکر بگفت]
۲۰۲۱ء

[سالِ وفات شد عیاں
از چاک دل شاکر نثار مدنی]
۱۴۴۲ھ

ترا سال رحلت فروغِ عموم
۱۴۴۲ھ

منشور عالی سے باغ ارم
۲۰۲۱ء

عالم نافع داخل جنت بود
۱۴۴۲ھ

تاج خلق در جناں
۱۴۴۲ھ

از بندہ حقیر محمد شاکر اعظمی
۲۰۲۱ء

صنعت مربع بر وصال اَمیر الہند قدس سرہ

۲۰۲۱ء

❖	۲۰۲۱ء	۲۰۲۱ء	۲۰۲۱ء	۲۰۲۱ء	۲۰۲۱ء	۲۰۲۱ء	۲۰۲۱ء	۲۰۲۱ء	❖
۲۰۲۱ء	عارف	کامل	نافع	شارح	قاید	ماہر	صابر	طاہر	۲۰۲۱ء
۲۰۲۱ء	کامل	نافع	شارح	قاید	ماہر	صابر	طاہر	عارف	۲۰۲۱ء
۲۰۲۱ء	نافع	شارح	قاید	ماہر	صابر	طاہر	عارف	کامل	۲۰۲۱ء
۲۰۲۱ء	شارح	قاید	ماہر	صابر	طاہر	عارف	کامل	نافع	۲۰۲۱ء
۲۰۲۱ء	قاید	ماہر	صابر	طاہر	عارف	کامل	نافع	شارح	۲۰۲۱ء
۲۰۲۱ء	ماہر	صابر	طاہر	عارف	کامل	نافع	شارح	قاید	۲۰۲۱ء
۲۰۲۱ء	صابر	طاہر	عارف	کامل	نافع	شارح	قاید	ماہر	۲۰۲۱ء
۲۰۲۱ء	طاہر	عارف	کامل	نافع	شارح	قاید	ماہر	صابر	۲۰۲۱ء
❖	۲۰۲۱ء	۲۰۲۱ء	۲۰۲۱ء	۲۰۲۱ء	۲۰۲۱ء	۲۰۲۱ء	۲۰۲۱ء	۲۰۲۱ء	❖

یہ مصرعہ ۶۴ر بار پڑھا جاسکتا ہے، اور ہر چہار طرف سے اُستاذ گرامی قدر اَمیر الہند حضرت مولانا وقاری سید محمد عثمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُستاذ حدیث ومعاون مہتمم دارالعلوم دیوبند وصدر جمعیۃ علماء ہند (ولادت رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ مطابق اگست ۱۹۴۴ء متوفی ۸ر شوال ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۱ر مئی ۲۰۲۱ء بروز جمعہ) کے سال رحلت کا عدد (۲۰۲۱ء) برآمد ہوتا ہے، جو (۱۴۴۲ھ) کے مطابق ہے۔

از عطائے حق شاکر منجیر پٹی
۱۴۴۲ھ

ازقلم بندہ شاکر قاسمی اُستاذ بیت العلوم
۲۰۲۱ء

جامعہ کے شب روز

داخلوں کی تکمیل اور تعلیم کا اجراء: جامعہ کے تمام درجات میں داخلوں کی کارروائی مکمل ہونے کے بعد اواخر شوال سے باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہو چکا ہے۔اور الحمد للہ سبھی درس گاہیں طلبہ سے بھرپور نظر آرہی ہیں،اور تکرار و مطالعہ کا ماحول قائم ہے۔فالحمد للہ علیٰ ذلک

❒ اہم وفیات: جناب حافظ محمد سلیمان صاحب اوجھاری : مدرسہ معارف القرآن قصبہ اوجھاری کے بانی و مہتمم جناب حافظ قاری محمد سلیمان صاحب گذشتہ ۲ر شوال المکرّم ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۵ر مئی ۲۰۲۱ء بروز ہفتہ انتقال فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔موصوف بڑے متواضع، حوصلہ منداور مہمان نواز شخصیت کے حامل تھے، مدرسہ کو تعلیمی اور تعمیری ہر اعتبار سے بام عروج تک پہنچایا، موصوف ماہنامہ ندائے شاہی کے خاص معاونین میں سے تھے، اکابر دیوبند اور جمعیۃ علماء سے خصوصی ربط تھا، اللہ تعالیٰ حافظ صاحبؒ کی خدمات کو قبول فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائیں، آمین۔

دیگر وفیات: نیز ماہِ رواں درج ذیل حضرات کے انتقال کی خبریں بھی موصول ہوئیں، جامعہ میں ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا گیا، قارئین سے بھی ایصالِ ثواب کی اپیل ہے: ❍ حضرت مولانا قاری سید رضوان نسیم صاحب نائب ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ❍ مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی ازہری عمید کلیۃ اللغۃ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ❍ حضرت مولانا محفوظ الرحمٰن عثمانی بانی و مہتمم جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ سپول بہار ❍ مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی فیض الوحید صاحب صدر مفتی جامعہ مرکز المعارف بٹھنڈی جموں کشمیر ❍ حضرت مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب شاہین جمالی چترویدی شیخ الحدیث مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ، جناب ڈاکٹر ابوالکلام صاحب بھونیشور (خلیفہ حضرت فدائے ملتؒ) مولانا اظہر الاسلام قاضی باغ کاشی پور، والدہ مولانا شانِ رحمت لال باغ کھلو گلی نمبر۲، عظیم عرشی تمبا کو والان، والدہ مولانا محمد ظفر بلندشہر، شمشاد حسین باڑا شاہ صفا، خالد محمود طارق محمود سرائے کھجور مرادآباد، شافیہ خاتون والدہ مولانا ضیاء الاسلام کوپا گنج ضلع مئو، حاجی محمد ہاشم گورکھپور، حاجی محمد نسیم کنچن پور ضلع دیوریا، اہلیہ محترمہ قاری امیر اعظم اسعدی میرٹھ، قاری محمد حسن بھنگا شراوستی، تائی صاحبہ مولانا انظر رشید دفتر محاسبی جامعہ، اہلیہ صلاح الدین پٹھان پورہ بہرائچ، زوجہ حکیم غلام مصطفیٰ سری نگر کشمیر، اہلیہ حاجی محمد ہاشم گورکھپور، اہلیہ مولانا امیر احمد رتوہی ضلع بہرائچ، برادر مولانا محمد شاہد بلندشہر، حاجی رئیس احمد عرف منا کملاپور، پردھان عبدالستار شاہ پور خیرآباد، ڈاکٹر وصی احمد قصباتی ٹولہ خیرآباد، ماسٹر سمیع اللہ خاں اسوڈر، ماسٹر حاجی اسرار احمد بسواں، کفیل احمد بھتیجا مفتی شفیق احمد املیا محمود آباد، محمد رضی محلّہ کرنپور خیرآباد سیتاپور۔

◆ ❖ ◆

Postal -Regd. No. U.P./MRD. DN37/2021-23 R.N.I. -News Paper Regd. No. 47941/88

Monthly Date of Issue: 02/03/04/05/06/2021

NIDA - E - SHAHI

Jamia Qasmia Madrasa Shahi Moradabad (U.P.) India. Rs/=50

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

مدارسِ اسلامیہ سے غفلت نہ برتیں!

مدارسِ اسلامیہ قومیہ جو گذشتہ ڈیڑھ صدی سے توکلاً علی اللہ کسی سرکاری اِمداد کے بغیر محض ملتِ اسلامیہ کے مخلصانہ تعاون سے اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں، اور بلا مبالغہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بظاہر اَسباب اِنہی مدارس کو بالخصوص برصغیر میں اِسلامی تہذیب کی بقا اور نشو ونما کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ اِس اعتبار سے یہ مدارس ملت کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، اِن مدارس نے جو علم دین کی روشنی پھیلائی ہے، اس سے الحمدللہ عالم کا چپہ چپہ روشن اور منور ہے۔

اِس سال ''کورونا'' کی وبا کی وجہ سے مدارس کی سالانہ حصول یابیوں پر بہت منفی اثر پڑا ہے، مدارس کا مالیاتی نظام انتہائی متأثر ہے، اور مدارس سے وابستہ اساتذہ وملازمین سخت تنگی کے حالات سے دوچار ہیں۔

ایسے سخت ترین حالات میں ملت اسلامیہ کے ہر فرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ملت کے اِس عظیم اَثاثہ کو ضائع ہونے سے بچانے میں حتی الوسع اپنا کردار پیش کریں، اور مدارس کے تعاون میں ہرگز دریغ نہ فرمائیں۔ یقیناً اِس نازک وقت میں دین کی بقا کے لئے آپ کا تعاون اللہ تعالیٰ کی نظر میں بے حد مقبول ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سبھی معاونین کو دارین میں اجر جزیل سے نوازیں، آمین۔

Jamia Qasmia Madrasa Shahi	نام کھاتہ
Central Bank Of India, Chowraha Gali	نام بینک
2048592043	کھاتہ نمبر
CBIN0280277	آئی ایف ایس سی کوڈ

جاری کردہ: جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد ۔ رابطہ: 9412450943

طابع وناشر مولانا عبدالناصر نے گڈ پرنٹرس امروہہ گیٹ مرادآباد (یوپی) سے چھپواکر دفتر ماہنامہ ''ندائے شاہی'' جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد سے شائع کیا